www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹرمحمود اختر

جمع عثمانی رضی اللہ عنہ اور مستشرقین

قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لی ہے۔[1] اسی طرح صرف قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک محفوظ کتاب ہے۔[2] اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری کے باوجود مسلمانوں نے اس کی حفاظت کی ضرورت سے آنکھیں بند نہیں کیں۔ نہ صرف اس کا ایک ایک حرف اور حرکت محفوظ ہے بلکہ اس کے الفاظ کی ادائیگی کے طریقے بھی تسلسل اور تواتر سے پوری صحت کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں۔ قرآن کے نزول کے ساتھ ہی اس کی کتابت کا اہتمام کیا گیا۔ اس کی ترتیب بھی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی۔ لیکن مستشرقین نے قرآن کو اپنی کتابوں کے برابر لانے کے لئے قرآن کے متن کے غیر معتبر ہونے کے نقطہ نگاہ کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں عہدِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ میں جمع قرآن کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی حقیقت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

① مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ پر مستشرقین کے اعتراضات میں سے نمایاں یہ ہیں۔

مصحفِ عثمانی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے سلسلے میں نولڈیکے (Noldeke) کے نقطہ نگاہ کو دیگر لوگوں نے اپنایا ہے اور یہ نقطہ نگاہ اختیار کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قبل قرآن مجید کا کوئی معیاری اور مرتب نسخہ موجود نہ تھا اور مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ، مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ کی نقل ہی تھا۔ لہٰذا اگر مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ صحیح نہ تھا تو مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔[3] رچرڈ بل (Richard Bell) نے کہا ہے کہ قرآن مجید عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہدِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں اختلافات کا شکار تھا اور مصحفِ عثمانی رضی اللہ عنہ، مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ کی نقل ہونے کی وجہ سے ناقص ہی ہے۔[4]
منٹگمری واٹ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن مجید کے متفرق اجزاء کو اکٹھا نہیں کیا جا سکا تھا۔[5]
S.E. Frost کہتے ہیں کہ قرآن مجید، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارہ برس بعد تک بھی جمع نہیں ہو سکا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کے حل کا حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل تعلیمات کا کھوج لگایا جائے۔[6] اس وقت جو نسخہ معرض وجود میں آیا وہ دیگر مذاہب، زرتشت۔ یہودیت اور عربی روایات کے علاوہ عوامی داستانوں کے ردی ٹکڑوں پر مشتمل تھا۔[7]

Encyclopaedia of Islam میں Koran کے مقالہ نگار BUHL کا بھی نقطہ نگاہ یہی ہے کہ مصحفِ عثمان رضی اللہ عنہ، مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ کی نقل تھا لیکن ساتھ ہی کہتا ہے کہ مصحفِ صدیق رضی اللہ عنہ کوئی باقاعدہ مرتب نسخہ نہ تھا۔[8] آرتھر جیفری کہتے ہیں کہ ایک طویل عرصے تک قرآن مجید کے اصل متن کا تعین نہ ہو سکا۔ لوگ مختلف طریقوں سے قرآن مجید پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد مجاہد رحمہ اللہ نے متنِ قرآن مجید کا تعین کیا وہ

☆ ڈائریکٹر شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تاثر دیتا ہے کہ ایک طویل عرصہ تک متن متعین نہ ہونے کی وجہ سے اس میں سے بہت کچھ ضائع ہوگیا ہوگا۔ یہ مستشرق لکھتے ہیں کہ متنِ قرآن مجید کے تعین کا مسئلہ ابھی تک مسلمانوں کے ہاں اپنے بچپن کے دور میں ہے۔[9]

بہل یہ اعتراض بھی کرتا ہے کہ نوآموز اور ناتجربہ کار کاتبوں کی طرف سے کچھ لاپرواہیاں اور غلطیاں ہوئیں۔[10]

④ نولڈیکے (Noldeke)، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تدوین قرآن کی ساری کاروائی کو مشکوک بناتے ہوئے کہتا ہے:

....As to how they were conducted we have no trustworthy information, tradition being here too much under the influence of dogmatic presuppositions[11]

③ مستشرقین، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے نسخے کی حیثیت کم کرنے کے لئے یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ساری کاروائی سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے کی۔ ورنہ جمع قرآن کی کوئی حقیقی ضرورت نہ تھی۔

..... But essentially political object of putting an end to controversies by admitting only one form of the common book of religion and of law this measures was necessary.[12]

بلاشر[13] (Blachere) اور آرتھر جیفری[14] (Arthur Jeffery) نے بھی یہی نقطہ نگاہ اختیار کیا ہے۔

④ اس طرح کا ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس کمیٹی کے باقی تینوں ممبران قریشی تھے۔ یہ تینوں حضرات طبقہ امراء سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ اس لئے یہ سب لوگ ایک مشترکہ مصلحت کی خاطر متحد ہو گئے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا تلفظ قرآن کا معیار بنے۔ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کے ہم نوا بن گئے اور وہ ان کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ وہ قریش کے خواص میں سے نہیں ہیں۔[15]

⑤ اس مصحف پر یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مخصوص مقاصد کے سلسلے میں قرآن مجید کے کچھ حصے اس سے خارج کر دیئے۔

نولڈیکے (Noldeke) لکھتا ہے۔

It seems to me highly probable that this second redaction took this simple form, Zaid read off from the codex which he had previously written......[16]

اسی بنیاد پر وہ قرآن مجید کے موجودہ نسخے کو نامکمل قرار دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

Othman's Koran was not complete some passages are evidently fragmentry and few detached pieces are still extent which were originally part of the Koran. although have been omitted by Zaid. Amongst these are some which there is no reason to suppose Mohammad desired to suppress.[17]

وہ مزید لکھتا ہے۔

Zaid may easily have overlooked a few stray fragments , but he purposly ommited any

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

thing he believed to belong to the Koran is very unlike.(18)

تاویل القرآن کے مؤلف، ضربت عیسوی نے اسی بات کو دہراتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ تمام آیات قرآن سے خارج کر دیں جن میں اہل بیت کے مناقب بیان کئے گئے تھے۔اسی طرح کہا گیا کہ قرآن مجید میں کچھ منافقین کے نام تھے۔ اب ان لوگوں کی اولادیں مسلمان ہوگئیں تو مصلحت کی خاطر ان کے نام قرآن سے نکال دئے گئے۔(19)

یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبۃ کی آیت ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ...﴾ [التوبۃ: ۱۲۸] حضرت ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے پاس سے نہ ملی(20)

اس روایت سے بھی مستشرقین یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ شاید اس طرح کی اور بھی آیات شاملِ قرآن ہونے سے رہ گئیں ہوں۔ Tritton لکھتا ہے کہ دو ایسی سورتیں ہیں جو اس سے قبل موجود تھیں لیکن اب نہیں ہیں(21)

مستشرقین کہتے ہیں کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے نسخے کے علاوہ دیگر تمام مصاحف جلوا ڈالے اس طرح قرآن مجید کا بہت سا حصہ اس عمل میں ضائع ہوگیا اور قرآن کا حقیقی متن اگر ہم جاننا چاہیں بھی تو نہیں جان سکتے۔(22)

اس سلسلے میں آرتھر جیفری نے ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ 'ما قبل عہد عثمان' کی قرأتیں اب ضائع ہوچکی ہیں(23) یہی موقف Encyclopaedia of Islam کے مقالہ نگار نے اختیار کیا ہے(24) پادری فنڈر (Funder) نے میزان الحق میں اسی نقطہ نگاہ کو اپنایا ہے(25)

مارگولیتھ (Margoliuth) کا خلاصہ تحقیق بھی یہی ہے(26)

یہ نقطہ نگاہ بھی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو ایک متفقہ متن اور متفقہ تلفظ تیار نہ کر سکے۔(27) اگرچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اختلافات ختم کرنے کے لیے باقی نسخے جلوا دئے تھے۔ لیکن اختلافات ختم کرنے کے لیے جلانے یا ضائع کرنے کا یہ عمل بالکل بے اثر تھا۔ کیونکہ قرآن مجید تو لوگوں کے حافظے میں موجود تھا(28)

الف اس مصحف کی تیاری کے بعد بھی دیگر مصاحف موجود رہے۔(29)

ب اس طرح قرآن مجید کے متن میں اختلافات بھی موجود رہے۔(30)

یہی شخص لکھتا ہے کہ مصحفِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ حقیقی قرآن نہیں ہے(31) وہ لکھتا ہے کہ اس مصحف کی کوئی ترتیب بھی نہ تھی۔(32) جو مصاحف دیگر ممالک کو روانہ کئے گئے ان میں بھی ہم آہنگی نہ تھی۔(33)

In this way there arose a perplexing confusion of readings and in place of the striving for uniformity that one would have expected people became accustomed to unlimited liberty in these matters so that did not hesitate to substitute for particular words their synonyms or to insert short explanatory additions. This freedom was all the more unbredled in its development as the unmayed caliphs had little feeling on such question and preferred to take care that passions were not aroused by state interference in such matters.(34)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑦ Encyclopaedia of Islam کے مقالہ نگار نے تفسیر طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خود بھی اپنے تیار کروائے ہوئے نسخے کو مستند اور صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے سورۃ 3 کی آیت نمبر ۱۰۰ پڑھی جس میں اصل متن کے علاوہ کچھ اضافی الفاظ بھی تھے۔ (35) اس بنا پر مقالہ نگار لکھتا ہے

If this is correct it is no wonder that others took still greater liberties. Various circumstances contributed to the continual variations in the form of the text.(36)

نولڈیکے لکھتا ہے کہ اس میں slight clerical errors باقی رہ گئیں تھیں (37)

مارگولیتھ (Margoliuth) (بقول اس کے) اس ابہام اور اغلاط کے بارے میں لکھتا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس لئے کام پر لگایا کہ انتہائی ابہام کی موجودگی میں وہی اس متن کی وضاحت کر سکتے تھے۔ اس کے الفاظ میں:

Perhaps because in the extreme ambiguity and imperfection of the arabic script he alone could interpret the first edition with certainity.(38)

⑧ پادری فنڈر نے یہ اعتراضات نقل کئے ہیں۔

❶ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کا متن تیار کروایا۔ حالانکہ شیعہ انہیں کافر قرار دیتے ہیں۔

❷ اگر اصل قرآن اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قرآن ایک ہی تھا تو دوسرے قرآنوں کو جلایا کیوں گیا؟

❸ شیعہ کہتے ہیں کہ قرآن کو خود گم کر دیا گیا۔ (39)

ان تمام افکار و آراء کا بنیادی نقطہ نگاہ یہی ہے کہ مصحفِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ناقص ہی تھا۔ اس میں تصرفات بھی کر دیئے گئے اور اس کی ترتیب بھی بدل دی گئی۔

مستشرقین کے نقطہ نگاہ کا جائزہ ہم مندرجہ ذیل پہلوؤں سے لیں گے۔

① ان کی تحقیقات کے ذہنی فکری اور مذہبی پس منظر، ان کے مقاصدِ تحقیق اور ان کی تحقیقات کے مآخذ کا جائزہ لے کر واضح کیا جائے گا کہ ان کی تحقیقات کی اصلیت کیا ہے؟

② تاریخی شواہد کی روشنی میں واضح کیا جائے گا کہ ان لوگوں کے نتائجِ تحقیق محض ان کے خود ساختہ خیالات ہی ہیں۔ تاریخی حقائق ان کے نقطہ نگاہ کی تائید نہیں کرتے۔

③ عقلی و منطقی دلائل سے ان کے نقطہ نگاہ کا ردّ کیا جائے گا۔

صحتِ قرآن کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کا تجزیہ

قرآن حکیم یا اسلام کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی حقیقت کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں ان لوگوں کے ذہنی پس منظر اور طریقِ کار کے بارے میں کچھ حقائق کو ملحوظ رکھنا ہوگا ورنہ ہم ان کے نقطہ نگاہ کی حقیقت کو سمجھ نہیں سکیں گے۔ جہاں تک اسلامی تحقیق کے دوران ان کے رویے اور ذہنی پس منظر کا تعلق ہے مستشرقین نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنا بدترین دشمن سمجھتے ہیں اور وہ اس وقت 'قلمی صلیبی جنگ' (Crusade by Pen) میں مصروف ہیں۔ (40)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

✳ یہ لوگ خالی الذہن ہو کر تحقیق نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کے خلاف تعصب سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے بارے میں تحقیقات کرتے ہوئے ہم غیر جانبدرانہ نہیں رہ سکے۔ اس صورت میں ہم فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان کی تحقیقات کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔[41]

✳ تحقیق کا بین الاقوامی مسلمہ اصول ہے کہ تحقیق شروع کرنے سے قبل اور تحقیق کے دوران محقق خالی الذہن اور غیر جانبدار رہے۔ پہلے سے طے شدہ کسی مقصد کو ذہن میں رکھے بغیر تحقیق کی جائے۔ اگر پہلے سے طے شدہ کوئی مقصد ذہن میں رکھ کر تحقیق کی جائے گی تو اسے تحقیق نہیں کہا جا سکتا۔ جبکہ مستشرقین کے ہاں اس بات کا مکمل فقدان ہے۔ وہ پہلے ایک مقصد طے کرتے ہیں پھر ہر طرح کے مآخذ سے اپنے مقصد کے لیے ڈھونڈ ڈھونڈ کر دلائل تلاش کرتے ہیں۔[42] ان کے ذہن میں مقصد یہ ہے کہ قرآن کے بارے میں ثابت کریں کہ قرآن ایک طویل عرصے تک جمع نہیں کیا گیا اس کے لیے وہ محض اپنے ظن وگمان کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ مسلمان، متنِ قرآن کو محفوظ کرنے کے بارے میں غیر محتاط اور بے نیاز رہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور تک قرآن جمع نہیں کیا گیا[43] اس بات کو ثابت کرنے کے لیے وہ ان تمام بنیادی حقائق ومسلمات کو بھول جاتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے ساتھ ہی قرآن کو سینوں اور کتابت کی صورت میں محفوظ کرنے کا بہترین اہتمام موجود تھا۔[44] ایک طرف مستند مآخذ کی روشنی میں ثابت شدہ یہ حقیقت ہے کہ قرآن پہلے دن ہی سے محفوظ چلا آ رہا ہے، دوسری طرف بغیر کسی دلیل کے صرف ایک فقرے میں کہہ دینا کہ قرآن محفوظ نہیں ہے کسی طرح قرین انصاف نہیں ہے۔ عقل اور انصاف کا تقاضا ہے کہ حفاظتِ قرآن کے قابلِ اعتماد اہتمام اور مستشرقین کے ظن وگمان کو ہم پلہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر کوئی شخص تمام سائنس دانوں اور محققین کی تحقیقات کے بارے میں کہہ دے کہ میں ان کو نہیں مانتا تو اسے نہ ماننے کی کوئی دلیل بھی تو دینی چاہیے۔ بغیر کسی دلیل کے اس کا دعویٰ ماننا قرین انصاف نہیں ہے۔ مثلاً اگر تاریخی واقعات کی بنیاد پر کوئی دعویٰ کیا گیا ہو تو اسے جھٹلانے کے لیے تاریخی شواہد پیش کرنے چاہئیں۔ اگر عقلی بنیاد پر کوئی دعویٰ کیا جائے تو اس کا توڑ بھی عقلی بنیاد پر کیا جانا چاہیے۔ کسی شخص یا گروہ کا عقلی ونقلی شواہد کو جھٹلا دینا اور کہنا کہ میں ان دلائل کو نہیں مانتا، کسی صورت بھی قابلِ فہم نہیں ہے۔

مستشرقین کا قرآن کی عدم صحت کے بارے میں نقطہ نگاہ اس لئے بھی قابل قبول نہیں ہے کہ ان کے نقطہ نگاہ میں کوئی اتفاقِ رائے نہیں پایا جاتا۔ جس طرح مشرکینِ مکہ میں کوئی تو قرآن کو شاعر کا کلام کہتا تھا کوئی آپ ﷺ کو ساحر کہتا، کوئی مجنون کہتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ مشرکین کے اعتراضات کے بے بنیاد ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ کسی ایک موقف پر اکٹھے نہیں ہو سکے تھے سب کی زبانیں مختلف تھیں۔ مستشرقین کی حالت بھی بالکل ایسی ہی ہے۔ قرآن کی محفوظیت کے حوالے سے یہ لوگ تضادات کا شکار ہیں۔ مستشرقین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی سے ہی غیر محفوظ ہے اور لکھا نہیں گیا لہٰذا بعد میں اس کے اکٹھا ہونے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں تو اکٹھا ہو گیا تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے اصل متن کو باقی نہیں رہنے دیا۔ ایک تیسرا گروہ کہتا ہے کہ پہلے دونوں ادوار میں تو قرآن مکمل طور پر موجود تھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کا بہت سا حصہ ضائع کر دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ جن مآخذ کی مدد سے ان لوگوں نے تاریخ تدوینِ قرآن پر تحقیق کی وہ ان سب کے ہاں مشترک ہیں لیکن ان میں سے ایک نے ان مآخذ سے ایک موقف اختیار کیا ہے دوسرے نے اس کے بالکل برعکس نقطہ نگاہ اختیار کرلیا۔ یہ کیا تماشا ہے کہ ان میں سے ہر ایک گروہ کو قرآن عہدِ نبوی میں محفوظ ہوتا دکھائی دیتا ہے جبکہ انہی مآخذ سے دوسرا گروہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی اور زمانہ مابعد میں مکمل طور پر محفوظ نہیں ہوسکا۔ ایک ہی عینک سے ایک گروہ کو ایک تصویر سیدھی نظر آتی ہے اور دوسرے کو ٹیڑھی دکھائی دیتی ہے۔ درحقیقت عینک ایک ہی ہے فرق بینائی کا ہے۔ جس کے اندر حقائق کو تسلیم کرنے کی صلاحیت واستعداد موجود ہے، اس عینک سے ان کی بینائی تیز ہوجاتی ہے اور جس کی آنکھوں میں بصارت کی قوت ہی نہیں ہے ان کے سامنے اندھیرا ہی رہتا ہے عینک کا شیشہ تو محض شیشہ ہے فرق تو دیکھنے والے کی بینائی کا ہے۔

✳ تاریخ تدوینِ قرآن کے بارے میں مستشرقین کے نقطہ نگاہ کے ردّ کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ وہ خود تضادات کا شکار ہیں۔ قرآن کی صحت کے حق میں یہ بہت بڑی دلیل دی جاسکتی ہے کہ اس کے مخالفین اس کے بارے میں باہم متصادم ومتضاد ہیں۔ اگر وہ سچے ہوتے تو وہ متفق الخیال ہوتے۔ باہم متصادم اعتراضات کر کے وہ محض دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔

✳ یہ لوگ ایک طرف کہتے ہیں کہ ماقبل عہدِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں جو قراءات مروج تھیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ نکال دیں۔ اسی طرح قرآن کے بہت سے حصے جن میں اہلِ بیت کے مناقب تھے وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نکال دیئے۔ اس کے علاوہ بھی کئی حصے نکال دیئے گئے۔ دوسری طرف وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نسخہ وہی تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تیار کروایا تھا۔

✳ ایک طرف کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے تیار کردہ مصحف کے علاوہ باقی مصاحف جلوا دیئے دوسری طرف کہتے ہیں کہ اس مصحف کے بعد بھی دیگر مصاحف مروّج رہے۔ پھر تو یہ کہا جاسکتا ہے اگر بالفرض حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن میں سے کچھ حصے نکال بھی دیئے تھے تو اس کے باوجود قرآن تو محفوظ ہی رہا کیونکہ ان حصوں کو نکالنے کے باوجود لوگ باقی بچ جانے والے مصاحف سے ان حصوں کو دوبارہ حاصل کرسکتے تھے۔

مستشرقین، اسلام کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے تشکیک کا ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنی کتابوں میں اسلامی تاریخ سے ثابت شدہ مسلمات کے بارے میں محض اپنے ظن وگمان کی بنیاد پر شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں مسلّمہ حقائق کے مقابلے میں ان کی کتابوں میں (Might be, Perhaps, may be, It may have so, It is assumed) کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ گویا ظن وتخمین اور قیاس آرائیوں سے کام لیتے ہیں۔ اگر ہم خالص عقل اور انصاف کی بنیاد پر ہی فیصلہ کریں تو عقل وانصاف یہی کہتا ہے کہ ایک طرف مسلمہ حقائق اور نصوص ہوں دوسری جانب اس طرح کا ظن وگمان ہو تو یقینی بات کو تسلیم کرنا چاہیے یا ظنی اور تصوراتی بات کو؟

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مستشرقین کے بارے میں اگرچہ یہ چرچا ہے کہ وہ معروضی اور غیر جانبدرانہ تحقیق کرتے ہیں لیکن درحقیقت یہ لوگ تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایک شخص ایک مخصوص مقصد کے تحت ایک نظریہ پیش کرتا ہے تو ان کی بہت بڑی تعداد اس کی تقلید میں وہی نظریہ اختیار کرلیتی ہے بظاہر یہ تاثر ملتا ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستشرقین کی اتنی بڑی تعداد نے یہ نقطہ نگاہ پیش کیا ہے حالانکہ یہ نقطہ نگاہ ایک فرد کا ہوتا ہے ایک جماعت کا نہیں ہوتا۔

* یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اکثر مستشرقین اسلامیات کے بنیادی مأخذ سے واقف نہیں ہیں۔ وہ عربی زبان جانے بغیر اسلام کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہیں۔ تحقیق کا مسلمہ اصول ہے کہ کوئی بھی نقطہ نگاہ بنیادی مآخذ پر مبنی ہونا چاہئے۔ خصوصاً قرآن کی صحت جیسے اہم ترین موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے وہی بات کرنی چاہئے جو واضح، قطعی اور ناقابلِ تردید ہو۔

* کسی مسئلہ پر مستشرقین کے نقطہ نگاہ کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت ہمیں اس اصولی بات کو بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ وہ کس معیار کے مآخذ سے استفادہ کرتے ہوئے کوئی نقطہ نگاہ اختیار کرتے ہیں۔ مستشرقین کے ہاں مآخذ کی تقسیم اور درجہ بندی کا کوئی اصول موجود نہیں ہے۔ مسلمانوں نے قرآن، حدیث، سیرت اور تاریخ میں باضابطہ طور پر مآخذ کی درجہ بندی کی ہے۔ شیخ عبدالحق اور دیگر لوگوں نے طبقاتِ کتب حدیث کا تعین کیا ہے۔ جو مقام پہلے اور دوسرے درجہ کی کتبِ حدیث کو حاصل ہے تیسرے اور چوتھے درجہ کی کتب کو حاصل نہیں ہے۔ احادیث وروایات کی قبولیت کے لئے معیار مقرر کیا ہے۔ محدثین نے قبول حدیث کے لیے کڑی شرائط رکھی ہیں۔ جرح وتعدیل کے واضح اصول موجود ہیں۔ اسماء الرجال کا علم محض اس لئے منظّم ومرتب ہوا کہ جن لوگوں کے ذریعہ سے احادیث نقل ہوئی ہیں ان کے احوال کو جانا جاسکے۔ مستشرقین اس قسم کی کسی درجہ بندی سے نہ تو واقف ہیں نہ وہ تحقیق کے دوران اس طرح کی کوئی تمیز ملحوظ رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں بخاری شریف اور الجاحظ اور الاغانی میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ان کے مطلب کی بات الاغانی جیسی غیر معتبر کتاب سے ملتی ہے اور بخاری شریف میں اس سے مختلف بات موجود ہے تو وہ الاغانی سے استفادہ کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کریں گے۔

مستشرقین ایک طرف کہتے ہیں کہ قرآن کا متن ایک طویل عرصے تک محفوظ نہیں کیا گیا دوسری طرف ولیم میور (Willium Muir) جیسا شخص پورے شد ومدّ سے ثابت کرتا ہے کہ قرآن عہدِ نبوی ﷺ میں مکمل طور پر محفوظ کر لیا گیا تھا۔ مستشرقین کے بارے میں ان بنیادی حقائق کے ذکر کے بعد اب ان کے نقطہ نگاہ کا حقائق کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا۔ سب سے پہلے اس پہلو پر روشنی ڈالی جائے گی کہ جمع عثمانؓ کی بنیاد بننے والا 'مصحفِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ' ناقص تھا یا ایک کامل نسخہ تھا۔

جیسا کہ گزشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ مستشرقین نے عہدِ عثمان رضی اللہ عنہ میں تیار ہونے والے نسخے کو مشکوک بناتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ نسخہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نسخہ کی نقل تھا دوسری طرف مصحف صدیق کے بارے میں بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ بھی ناقص تھا۔ اس کے ساتھ ہی ان کا نقطہ نگاہ یہ بھی ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن مجید کو محفوظ کرنے کا کوئی مناسب بندوبست نہیں تھا اور اس دور میں قرآن مجید کا کوئی مکمل نسخہ تیار نہیں ہوسکا تھا۔ آئندہ سطور میں اس پہلو پر حقائق پیش کئے جائیں گے کہ قرآن عہدِ نبوی ﷺ میں بھی ہر اعتبار سے مکمل اور محفوظ تھا اس سلسلے میں چند حقائق ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

زبدۃ البیان فی رسوم مصاحفِ عثمان رضی اللہ عنہ میں روایت ہے:

"كان دأبُ الصحابة من أوّل نزول الوحي إلى آخره المسارعة إلى حفظه." (46)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی نزولِ قرآن کے آغاز ہی سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ معمول تھا کہ جو حصہ نازل ہوتا اسے حفظ کرلیا جاتا۔ اگر ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معاشرے کے ذہنی رجحانات کا جائزہ لیں تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس دور میں قرآن اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین لازم وملزوم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے حالاتِ زندگی بیان کرتے وقت الگ سے ان کے حافظ قرآن ہونے کی صفت کو بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی جاتی تھی۔ کیونکہ اکثر لوگ کسی نہ کسی طرح حافظ قرآن تھے۔ حفاظ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب اُحد کی لڑائی کے بعد شہدائے اُحد کو دفن کرنے کا مرحلہ آیا تو کپڑے کی قلت کی وجہ سے ایک ہی کپڑے میں کئی کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اکٹھے لپیٹ کر دفن کیا گیا۔ ایک کپڑے میں ایک سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لپیٹتے وقت آپ دریافت فرماتے کہ ان میں سب زیادہ قرآن کس کو آتا تھا۔ ترمذی شریف میں اس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے:

فكثر القتلى وقلّت الثّياب قال: فكفن الرجل والرجلان والثلثة في الثوب الواحد ثم يُدفنون في قبر واحد. قال فجعل رسول الله ﷺ يسأل عنهم «أَيُّهُمْ أَكْثَرُ قُرْآنًا». فيقدمه إلى القبلة.[47]

”صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بہت سے شہید ہوئے اور کفن کے لیے کپڑوں کی قلّت ہوگئی تو ایک دو یا تین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ اس وقت حضور ﷺ دریافت فرماتے کہ ”ان میں سے سب سے زیادہ قرآن کس کو یاد تھا؟“ پس جس شخص کو قرآن سب سے زیادہ یاد ہوتا اسے قبلہ کی طرف رکھتے“

حضور ﷺ کا اس انداز سے سوال فرمانا 'أيهم اكثر قرانًا' اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شہدائے اُحد میں قرآن سب کو یا اکثر کو یاد تھا۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ یاد تھا۔ ورنہ آپ محض کمی زیادتی ہی کے دریافت فرمانے پر اکتفانہ فرماتے بلکہ یہ بھی دریافت فرماتے کہ ”ان میں سے کس کو قرآن یاد ہے اور کس کو یاد نہیں“

- اس استفسارِ نبوی ﷺ سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ حفظِ قرآن اور تعلیم کتاب اس طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں عام تھی کہ وہ ہر ایک کی حالت سے بخوبی آگاہ تھے کہ کس کو کتنا قرآن آتا ہے۔
- بیئر معونہ کا واقعہ ایک معمولی سا واقعہ ہے۔ کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن کی تعلیم کے لیے جارہے تھے کہ ان کو شہید کردیا گیا۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ایک چھوٹی سی جماعت کے لیے مسلمانوں میں سے ستر حفاظ کو بھیجا گیا کہ وہ انہیں قرآن کی تعلیم دیں۔ کیا یہ بات اس کی دلیل نہیں کہ اس وقت اس سوسائٹی میں حفّاظ کی تعداد کس قدر زیادہ تھی۔ ایک مقام پر لوگوں کی تعلیم کے لیے بھیجے جانے والوں کی تعداد ستر تھی تو روزانہ جو جماعتیں اور وفود تعلیم قرآن کے لیے مختلف قبائل کو جاتے تھے انہیں نگاہ میں رکھیں تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس سوسائٹی میں حفّاظ کی تعداد کس قدر زیادہ تھی۔ مدینہ طیبہ کے اندر بھی تو مقامی ضرورت کے لیے حفاظ موجود ہوتے ہوں گے۔
- ۱۱ہجری میں مسیلمہ کے مقابلے میں مہاجرین و انصار کے کل ۳۰۰ افراد شہید ہوئے جن میں سے ستر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حافظ قرآن تھے[48]
- ابن الندیم نے ایک طویل فہرست پیش کی ہے جن میں حفاظ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی کا ذکر ہے۔

ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں یہ حضراتِ گرامی شامل ہیں:

عبداللہ بن عمرو بن العاص، قیس بن صعصعہ، سعد بن منذر بن اوس، عبداللہ بن عمر، عقبہ بن عامر الجہنی، ابوالدّرداء، تمیم داری، معاذ بن الحارث الانصاری، عبداللہ بن سائب، سلیمان بن ابی حشمہ، ابی بن کعب، زید بن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت، معاذ بن جبل، سعد بن عبید بن نعمان انصاری، مسلمہ بن مخلد بن الصامت، عثمان بن عقان، عبداللہ بن طلحہ، ابوموسیٰ الاشعری، عمرو بن العاص، ابوہریرہ، سعد بن ابی وقاص، حذیفہ بن الیمان، عبادہ بن صامت، ابوحلیمہ، مجمع بن حارثہ، فضالہ بن عبید، سعد بن عبادۃ، ابن عباس، ابوایوب انصاری، عبداللہ بن ذوالجناوین، عبید بن معاویہ، ابوزید رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ (49)

عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (م 65ھ) جن کے بارے میں روایات بیان کی گئی ہیں کہ انہوں نے قرآن لکھا بھی تھا اور وہ حافظِ قرآن بھی تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تھی کہ میرا حافظہ کمزور ہے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تھی کہ انہیں احادیث لکھنے کی اجازت دیں۔ (50) اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک ضعیف الحافظہ شخص قرآن کا حافظ تھا تو تیز حافظے والوں کا کیا عالم ہوگا۔ ابنِ سعد نے طبقات میں بھی ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ رات کو پڑھا جانے والا قرآن دن کو دوسروں کو سناتے تھے۔ (51) سعد بن منذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فتح الباری میں روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں تین روز میں قرآن ختم کرنے کی اجازت دی جائے۔ (52) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نسائی شریف میں روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے قرآن یاد تھا اور ایک رات میں اسے ختم کیا کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرما دیا اور ایک ماہ میں ختم کرنے کی اجازت دی۔ (53)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نسائی شریف میں روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے قرآن یاد تھا اور ایک رات میں اسے ختم کیا کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرما دیا اور ایک ماہ میں ختم کرنے کا حکم فرمایا۔ (54) مشہور صحابی تمیم داری رضی اللہ عنہ بھی حافظِ قرآن تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن پڑھاتے تھے۔ طبقات میں روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ نمازِ تہجد میں سات راتوں میں قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔ (55) علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے، جو فن رجال و تاریخ کے بہت ماہر تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے احوال سے بہت گہری واقفیت رکھتے تھے۔ طبقات القراء میں لکھتے ہیں:

"فأما من حفظه كله منهم وعرض على النبي ﷺ فجماعة من نجباء أصحاب محمد ﷺ انتدبوه قراءة وانتصبوا لأداءه فكان من حملتهم سبعة أئمة أعلام قرأت عليهم أسانيد القر ان." (56)

ان کے اس کلام سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بہت سے لوگ حافظِ قرآن تھے۔ گذشتہ سطور میں ابن الندیم کے حوالے سے حفاظ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی بیان کئے گئے ہیں اس کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان میں دیگر بہت سے حفاظ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر کیا ہے۔ (57)

کنز العمال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے سرداروں کو لکھا تھا کہ وہ اپنے اپنے علاقے سے حفاظِ قرآن کے ناموں پر مبنی فہرستیں مرکز کو روانہ کریں تا کہ بیت المال سے ان کے وظائف مقرر کئے جائیں۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے تنہا اپنے علاقے سے تین سو سے کچھ اوپر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی پر مشتمل فہرست ارسال کی۔ (58)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفتاح السعادۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے۔

"علي ابن أبي طالب رضى الله عنه عرض القراٰن على النبي ﷺ وهو من الذين حفظوا القرآن أجمع بلا شك عندنا . وقد أبعد الشعبي في قوله إنه لم يحفظه . قال يحيٰى ابن آدم: قلت لأبي بكر بن عياش: يقولون إن عليًا لم يقرأ القرآن . فقال: أبطل من قال هذا ."(59)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے تمام قرآن پڑھا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں قرآن مکمل طور پر یاد تھا۔ امام شعبی رحمہ اللہ کو اس شخص پر بہت حیرت ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرآن پورا یاد نہ تھا یحیٰی بن آدم کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پورا قرآن یاد نہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ قول باطل ہے''

◉ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن الذين جمعوا القرآن على عهد النبي ﷺ لا يحصيهم عدد ولا يضبطهم أحد ."(60)

''بیشک جن لوگوں نے عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن جمع کیا تھا ان کی تعداد شمار کرنا مشکل ہے''

گذشتہ سطور میں جن اصحاب رضی اللہ عنہم کے نام ذکر کئے گئے ہیں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ان میں ابوموسیٰ اشعری، مجمع بن جاریہ، قیس بن ابی صعصعہ، قیس بن سکن، ام ورقہ بن نوفل، اور ابنۃ عبداللہ بن حارث رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کا اضافہ کیا ہے۔(61)

مذکورہ بالا جن اصحاب رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی پیش کئے گئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کریم لکھ کر محفوظ کیا تھا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے جمع قرآن پر جمع فی الصدر کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس شبہ کا ازالہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ حفاظِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تو شمار میں لانا مشکل ہے۔ جنگ یمامہ میں ستر حفاظ شہید ہوئے۔ بئر معونہ کے موقع پر ستر حفاظ شہید ہوئے۔ عہدِ نبوی ﷺ کے حفاظ کی تعداد تیس تک تو فتح الباری اور عمدۃ القاری میں موجود ہیں۔(62)

لہٰذا یہاں جمع کتابی مراد ہے۔ اس سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا بیان قابل ذکر ہے۔

المراد بالجمع الكتابة فلا ينفي أن يكون غيرهم جمعه حفظا عن ظهر قلب وأما هٰؤلاء فجمعوه كتابة وحفظوه عن ظهر قلب .(63)

کتابتِ وحی کے سلسلے میں تفصیلی روایات ملتی ہیں کہ نزول وحی کے فوراً بعد اس کو لکھ لیا جاتا تھا۔ اس کی وضاحت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كنت أكتب الوحي لرسول الله ﷺ وكان إذا نزل عليه الوحي أخذته برَحَاءٌ شديدة وعرقا مثل الجمان، ثم سرّي عنه، فكنت أدخل عليه بقطعة الكتف أو كسوة، فأكتب وهو يملي عليّ، فما أفرغ حتّى تكاد رجلي تنكسر من ثقل القرآن حتّى أقول لا أمشي علىٰ رِجلَيّ أبداً، فإذا فرغت، قال: اقرأه فإن كان فيه سقط أقامه ثم أخرج به إلى الناس .(64)

''میں رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی کی کتابت کرتا تھا۔ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کو سخت گرمی لگتی تھی۔ اور آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے پھر آپ ﷺ سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی یا کسی اور چیز کا ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ ﷺ لکھواتے رہتے اور میں لکھتا رہتا۔ یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو قرآن کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے اور میں کبھی نہیں چل سکوں گا۔ جب میں فارغ ہو جاتا تو آپ ﷺ فرماتے: پڑھو! میں پڑھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر سناتا۔ اگر اس میں کوئی فروگذاشت ہوتی تو آپؐ اس کی اصلاح فرما دیتے پھر اسے لوگوں کے لئے لے آیا جاتا''

* عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن کے مکمل شکل میں موجود ہونے پر مزید دلائل دیئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کے بارے میں لاتعداد روایات موجود ہیں کہ آپؐ مختلف نمازوں میں کون کون سی سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے متعدد سورتوں کے فضائل بیان فرمائے۔ مختلف مواقع پر مختلف مقاصد کے لیے قرآن کی مخصوص سورتیں تلاوت کرنے کی ترغیب دی۔ فضائلِ سورت پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ سب باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ قرآن کا متن عہد نبوی ﷺ میں مرتب شکل میں مکمل طور پر موجود تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سورتوں میں آیات کی تعداد، ان کی طوالت اور ان کے نام عہدِ نبوی ﷺ میں معروف تھے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ، جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ اور آخری سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ دور فرمایا جسے عرضۂ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ اگر مفروضے کے طور پر مستشرقین کی بات ایک لمحہ کے لیے مان لی جائے کہ قرآن مکمل حالت میں عہدِ نبوی ﷺ میں ہی موجود نہیں رہا تھا، تو اس صورت میں جبریل علیہ السلام، حضور ﷺ کو یاد دلا دیتے کہ قرآن کے فلاں فلاں حصے غائب ہو گئے ہیں۔ اس حوالے سے Rodwell نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ نبی کریم ﷺ جو کچھ لکھواتے تھے وہ ایک صندوق کے اندر جمع کرتے جاتے تھے اور آپ ﷺ کی وفات کے وقت وہ سارا کچھ ایک جگہ اکٹھا موجود تھا۔[64(a)]

جمع القرآن فی عہد النبی ﷺ کے لئے مزید تفصیلات کے لئے بخاری، كتاب فضائل القرآن ، باب جمع القرآن، باب كاتب النبي ﷺ باب أنزل القران علىٰ سبعة أحرف ، باب تأليف القران، باب كان جبريل يعرض القران على النبي ﷺ ، باب القراء من أصحاب رسول الله ﷺ احادیث نمبر 4978 تا 5005 کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ نزول وحی کے فوراً بعد کتابت قرآن کے بارے میں مزید تفصیلات مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن حبان، حاکم کی مستدرک کے علاوہ فتح الباری میں موجود ہیں۔[(65)] علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری میں بھی تفصیلات بیان کی ہیں۔[(66)] طبرانی نے بھی عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن مجید کے مکمل طور پر لکھے جانے اور حافظوں میں محفوظ ہونے پر اپنی اوسط میں ثقہ رجال سے روایت بیان کی ہے۔[(67)]

اس سلسلے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے:

قال عثمان رضى الله عنه كان رسول الله ﷺ مما يأتي عليه الزّمان وهو ينزل عليه السور ذوات العدد فكان إذا نزل عليه الشيء دعا بعض من كان يكتب فيقول: «ضَعُوْا هٰؤلَاءِ الْاٰيَاتِ فِيْ السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا» . فَإِذَا أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ الْاٰيَةُ فَيَقُوْلُ:«ضَعُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِيْ سُوْرَةٍ يُّذْكَرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا» .[(68)]

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب بھی ایک یا ایک سے زائد سورتیں نازل ہوتیں تو آپ ﷺ کسی کاتب کو بلاتے اور فرماتے کہ یہ آیات فلاں سورت میں شامل کر دیں۔ اسی طرح جب کوئی آیت نازل ہوتی تو اس کے بارے میں بھی فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں شامل کر دیں۔''

مسند احمد حنبل میں عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

«أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَأَمَرَنِيْ أَنْ أَصْنَعَ هٰذِهِ الْآيَةَ هٰذَا لِمَوْضِعٍ مِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالۡاِحۡسَانِ ...﴾ ».[69]

’’میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اس آیت کو جو فلاں سورت کی ہے۔ فلاں مقام پر درج کردوں۔ اور وہ آیت یہ تھی۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ...﴾ [النحل:۹۰]

بخاری شریف میں روایت ہے کہ:

لما نزلت ﴿لَا يَسۡتَوِى الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ غَيۡرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالۡمُجٰهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ﴾ قال النبي ﷺ: «اُدْعُ لِي زَيْدًا وَيَجِيءُ بِاللَّوْحِ وَالْقَلَمِ وَالْكَتِفِ -أَوْ الْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ-». ثُمَّ قَالَ: اُكْتُبْ ’لَا يَسۡتَوِى الۡقٰعِدُوۡنَ......‘».[70]

’’جب آیت ﴿لَا يَسۡتَوِى الۡقٰعِدُوۡنَ......﴾ [النساء: ۹۵] نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زید کو میری طرف بلایا جائے اور وہ تختی اور قلم اور کتف اور دوات لے کر آئیں پھر فرمایا ﴿لَا يَسۡتَوِى الۡقٰعِدُوۡنَ﴾ لکھو‘‘

ان روایات میں غور کریں تو دو اہم باتیں سامنے آتی ہیں کہ

① نزول وحی کی کیفیت جوں ہی ختم ہوتی۔ حضور ﷺ فوراً نازل شدہ وحی کو لکھوا لیتے۔

② یہ کتابت اس انداز سے ہوتی تھی کہ ایک مکمل نسخہ معرض وجود میں آ رہا تھا۔ اوّل الذکر کے متعلق مجمع الزوائد کی روایت پیش کی جا سکتی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کیفیت وحی ختم ہو جاتی ہے تو فکنت أدخل عليه بقطعة الكتف ...... کہ میں لکھنے کا سامان قلم، دوات اور سلیٹ وغیرہ لے کر حاضر ہو جاتا۔[71]

محققین نے بہت سی ایسی روایات کا ذکر کیا ہے جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نزولِ وحی کے بعد جس کام کے لئے سب سے زیادہ مستعد و بے قرار رہتے تھے وہ کتابتِ وحی کا فریضہ ہی ہوتا تھا۔

یہ حقائق اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ قرآن کے کسی حصے کا ضائع ہو جانا محال تھا اس قسم کے شواہد یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ جو ہستی اس سلسلے میں اس قدر محتاط ہو کیا اس نے قرآن غیر مربوط اور نامکمل شکل میں ہی امت کو دے دیا ہوگا؟ حفاظتِ قرآن کی ذمہ داری اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے تاہم عالمِ اسباب میں بھی حضور ﷺ کے ذریعے اس کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا۔ عرضہ اخیرہ میں حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ قرآن سنایا اس کے بعد چھ ماہ کے عرصے میں کیا حضور ﷺ کی توجہ اس طرف مبذول ہی نہ ہوئی کہ جو کتاب میں دے کر جا رہا ہوں کیا وہ مکمل شکل میں موجود بھی ہے یا نہیں؟ جبکہ آپ ﷺ کو حضرِ اجل کا خیال ذہن میں ڈال دیا گیا ہو۔ اس قسم کی فروگذاشت تو ایک معمولی ذمہ دار شخص بھی نہیں کر سکتا۔

نزولِ قرآن کی کیفیت بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ قرآن مجید کو حضور ﷺ نے ترتیب بھی دیدی تھی۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی کچھ آیات ایک ہی دن نازل ہوئیں اور حضور ﷺ نے یہ آیات ایک کاتب مثلاً زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو لکھوا دیں۔ انہیں لکھوانے کے بعد آپ ﷺ نے معمول کے مطابق پڑھوا کر سن بھی لیا۔ اس کے بعد باقی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ان آیات کو لکھ لیا۔ پھر اس کے بعد کچھ اور آیات نازل ہوئیں۔ جن میں کچھ سورۃ بقرہ اور کچھ سورۃ آل عمران کی تھیں۔ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے ان کا مقام بتا دیا گیا اور آپ ﷺ نے اس کے مطابق ان آیات کو لکھوا دیا۔ پڑھوا کر سنا اور پھر ان کی اشاعت فرما دی۔ ہم فرض کرتے ہیں کہ جب سورۃ البقرۃ کی گیارھویں آیت لکھی گئی تو حضور ﷺ نے اسے سنا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ ﷺ نے صرف اسی ایک آیت کو سنا۔ یا اس سے پہلے کی دس آیات بھی سنیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا کم از کم وہ آیت سنی جو گیارھویں آیت کے متصل واقع ہے۔ اس کو بھی سنا۔ ظاہر ہے کہ صرف گیارھویں آیت سننے سے یہ تو واضح ہو جائے گا کہ یہ آیت گیارھویں یعنی اپنے نمبر پر لکھی گئی ہے یا نہیں؟ جب تک کہ کاتب کے پاس پہلے کی نازل شدہ اس سورت کی تمام کی تمام دس آیات لکھی ہوئی موجود نہ ہوں اور ان کا ربط ان آیات کے ساتھ نہ ہو۔

اس کے ساتھ اس روایت کو ذہن میں رکھیں جس میں سورۃ النساء کی آیت

﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ کے نزول کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس بات کا اطلاق اگر ہم تمام کاتب صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر کریں تو یہ بات سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہیں رہ جاتی کہ ان تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس قرآن مجید کے مکمل (Up to date) نسخے تیار ہو رہے تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كنا نؤلف القرآن من الرقاع .(72)

اس بیان کی تشریح امام بیہقی رحمہ اللہ یوں کرتے ہیں۔

" المراد بالتأليف ما نزل من الآيات المفردة في سورها وجمعها ."(73)

یعنی جن سورتوں کی جو جو آیات اس وقت تک نازل ہو چکی ہوتی تھیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو سورتوں کے ان ان مقامات پر ترتیب دے کر لکھا کرتے تھے جہاں جہاں انہیں ہونا چاہئے تھا۔ مختلف سورتوں میں جو جدید اضافے وحی کے ذریعے ہوتے رہتے تھے انہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر جوڑتے تھے اور یوں قرآن کی ان سورتوں کے وہ نسخے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس جمع ہوتے جاتے تھے تدریجاً مکمل ہوتے رہے۔

اس روایت کے بارے میں امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ."

" یہ شیخین کی شرط پر صحیح حدیث ہے"

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ تالیف سے مراد یہ ہے کہ ہم آیات کو ان کے اصل مقام پر رکھ رکھ کر جوڑا کرتے تھے جہاں جہاں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکھنے کا حکم فرماتے تھے۔(74)

عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں قرآن جمع کرتے وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ 'سورۃ براۃ کی آخری آیات کسی سے نہ مل سکیں' بھی اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جانتے تھے کہ یہ آیات کس سورت کی ہیں اور انہیں کس جگہ لکھنا ہے۔ ورنہ تو یہ عبارت یوں ہونی چاہئے تھی۔

" دو آیات مل نہیں رہی تھیں جب وہ مل گئیں تو ہم نے انہیں سورۃ براۃ کے آخر میں لکھ دیا۔"

عہد صدیق رضی اللہ عنہ میں جمع قرآن ...... مقصد اور نوعیت

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں قرآن کی کتابت اور جمع قرآن کی کاروائی میں مقصد اور نوعیت کے اعتبار سے نمایاں فرق ہے ۔ اس دور میں جمع قرآن کے اقدام کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن لکھا ہوا موجود ہی نہ تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا ہوا موجود تھا۔ اس کے لاتعداد نسخے مکمل شکل میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود تھے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن لکھا ہوا مرتب شکل میں موجود تھا تو پھر عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں دوبارہ اس کاروائی کی ضرورت کیوں پیش آئی۔اس بات کو ہم روایات کی روشنی میں واضح کریں گے۔

الاتقان میں خطابی کا قول نقل کیا گیا ہے۔وہ کہتے ہیں:

"إنما لم يجمع ﷺ القرآن في المصحف ... وقد كان القرآن كتب كله في عهد رسول الله ﷺ لكن غير مجموع في موضع واحد." (75)

''نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کو ایک مصحف کی شکل میں جمع نہیں فرمایا تھا۔نبی کریم ﷺ کے عہد میں قرآن مجید مکمل طور پر لکھا تو جا چکا تھا۔لیکن وہ یکجا نہیں تھا''

اسی طرح ایک اور روایت بھی الاتقان میں ہے:

وقال الحارث المحاسبي في كتاب فهم السنن كتابة القرآن ليست بمحدثة فإنه ﷺ كان يأمر بكتابته ولكنه كان مفرقا في الرقاع والأكتاف والعسب فإنما أمر الصديق بنسخها من مكان إلى مكان مجتمعا وكان ذلك بمنزلة أوراق وجدت في بيت رسول الله ﷺ فيها القرآن منتشر فجمعها جامع وربطها بخيط حتى لا يضيع منها شيء. (76)

''حارث محاسبی فہم السنن میں لکھتے ہیں کہ قرآن کی کتابت کوئی نئی بات نہ تھی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے لکھنے کا حکم فرمایا تھا۔لیکن اس وقت یہ رقاع، اکتاف اور عسیب میں متفرق و منتشر حالت میں تھا۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے مرتب طریقے سے یکجا کرنے کا حکم دیا۔اور یہ ان اوراق کی طرح تھا جو حضور ﷺ کے گھر سے پائے گئے تھے ان میں قرآن منتشر طور پر لکھا ہوا تھا۔اسی کو جامع نے جمع کر دیا۔اور ایک دھاگے کے ساتھ اس طرح پرو دیا کہ اس میں سے کوئی حصہ ضائع نہیں ہوا''

امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں روایت بیان کی ہے:

جمع القرآن ثلاث مرات إحداها بحضرة النبي ﷺ ثم أخرج بسند على شرط الشيخين عن زيد ابن ثابت قال: كنا عند رسول الله ﷺ نؤلف القرآن من الرقاع ...... الثانية بحضرة أبوبكر. (77)

''قرآن تین مرتبہ جمع کیا گیا ہے۔پہلی مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہی کے عہد میں جمع ہوا تھا۔پھر انہوں نے ایک سند پر جو شیخین کی شرط کے مطابق ہے، بیان کیا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر قرآن کو مختلف پرچوں سے مرتب کیا کرتے تھے۔دوسری مرتبہ قرآن جمع کرنے کا کام عہد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوا۔تیسری مرتبہ یہ کام عہدِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں ہوا۔

نبی کریم ﷺ نے قرآن کو کتابی شکل میں اس لئے نہیں دیا تھا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں قرآن ابھی نازل ہو رہا تھا۔ظاہر ہے کتابی شکل تو اسی وقت دی جا سکتی تھی جب یہ یقین ہو جاتا کہ اب مزید وحی نازل نہیں ہونی اور آئندہ جو وحی نازل ہونی تھی اسے کس جگہ رکھنا تھا۔یہ اسی وقت ممکن تھا جب کہ قرآن مکمل نازل ہو چکا ہوتا۔

ان تمام حقائق وشواہد کی موجودگی میں یہ سوال خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں قرآن مجید لکھا ہوا ہونے کے باوجود عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں دوبارہ اس کام کی ضرورت کیوں پیش آئی۔عہدِ نبوی ﷺ میں جونہی کوئی آیت نازل ہوتی فوراً اسے لکھوا لیا جاتا۔لیکن چونکہ وحی کے نزول کا سلسلہ جاری تھا۔اس لئے حضور ﷺ نے قرآن کو بین الدفتین یا ایک کتاب کی شکل نہیں دی کہ اسے سرکاری نسخہ کہا جاتا۔لیکن یہ بین الدفتین شکل عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں دی گئی۔عہدِ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوی ﷺ اور عہدِ صدیقی رضی اللہ عنہ کے مصحف میں فرق صرف اسی قدر تھا کہ حضور ﷺ با قاعدہ ایک معیاری نسخہ، جسے سرکاری حیثیت حاصل ہو، امت کو دے کر نہیں گئے۔ لیکن ایک سرکاری نسخے کے نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مرتب نسخہ نہیں تھا۔ بلکہ اس وقت تو لاتعداد نسخے معرض وجود میں آ چکے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سرکاری نسخہ تیار کروا دیا۔ چونکہ مصحفِ عثمانی رضی اللہ عنہ کو مشکوک بنانے کے لیے مستشرقین مصحف صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی غلط انداز سے پیش کرتے ہیں اس لئے مصحف صدیق رضی اللہ عنہ کی تیاری کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے۔

عہدِ صدیق رضی اللہ عنہ میں جمع قرآن مجید کا طریق کار اور شرائط

اس وقت یہ طریق کار اختیار کیا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا:

"اقعدا على باب المسجد، فمن جاء كما بشاهدين على شيءٍ من كتاب الله فاكتباه. (78)"

"مسجد کے دروازے پر بیٹھ جائیں اور جو شخص کتاب اللہ کا کوئی حصہ لے کر آئے اور اس پر دو گواہ پیش کرے تو وہ حصہ لکھ لیا کرو۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو گواہوں سے مراد حفظ اور کتابت ہے۔ (79)

لیکن جمہور کہتے ہیں کہ دو عادل گواہ حفظ کے لیے اور دو عادل گواہ کتابت کیلئے۔ یعنی کل چار گواہ پیش کئے جائیں تو قرآنی آیت کا ٹکڑا قبول کیا جائے ورنہ قبول نہ کیا جائے۔ (80)

جمہور علماء اس کی دلیل میں ابن ابی داؤد کی وہ روایت پیش کرتے ہیں۔ جو انہوں نے یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب کے طریق سے روایت کی ہے۔

قدم عمر، فقال: من كان تلقى من رسول الله ﷺ شيئًا من القرآن فليأت به، وكانوا يكتبون ذلك في الصحف والألواح والعسبِ وكان لا يقبل من أحد شيئًا حتى يشهد شهيدان. (81)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ جس نے قرآن کا کچھ حصہ حضور ﷺ سے سن کر یاد کیا ہو وہ پیش کرے۔ لوگ ان دنوں قرآن کریم کی آیات کو صحیفوں تختیوں اور کھجور کی چھوٹی ٹہنیوں پر لکھا کرتے تھے۔ جب تک دو گواہ شہادت نہ دیتے تب تک آپ کسی کی پیش کردہ آیات کو قبول نہیں کرتے تھے"

علامہ سخاوی رحمہ اللہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔

المراد أنهما يشهدان على أن ذلك المكتوب كتب بين يدي رسول الله ﷺ. (82)

مقصد یہ ہے کہ دو گواہ اس بات کی شہادت دیں کہ یہ آیات حضور ﷺ کے سامنے لکھی گئی تھیں۔

عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں کس قدر احتیاطی تدابیر اختیار کی گئیں اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ

- اس کے باوجود کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تینوں حفاظِ قرآن تھے۔ (83) وہ چاہتے تو اپنی یاداشت اور حفظ کی بنیاد پر ایک نسخہ لکھ دیتے اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے حکم صادر فرما دیتے کہ آئندہ سے یہ نسخہ سرکاری نسخہ کہلائے گا۔ لیکن انہوں نے امت کا اجماع منعقد کرنے کی خاطر ایک باضابطہ اور باقاعدہ طریقہ اختیار کیا۔ کسی کو اس طریق پر نہ اعتراض ہو سکتا تھا اور نہ کسی نے اعتراض کیا۔
- احتیاط کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ ایک آیت لے کر آئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ آیت آپ نے اکیلے ہی پیش کی۔ کسی اور نے ان کی تائید نہیں کی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ یہ آیت قرآن میں شامل نہیں کی گئی۔(84)

✳ احتیاط کی تیسری مثال سورۃ التوبۃ کی آخری آیت ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کی کمیٹی کے دیگر ارکان کی طرح یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی یاد تھی لیکن انہوں نے اسی معیار پر عمل کیا۔ اور یہ آیت چونکہ اسی معیار پر پورا نہیں اتر رہی تھی۔ اس لئے اسے قبول نہیں کیا گیا۔ اسی وقت انہیں شامل قرآن کیا گیا جب وہ معیار پر پورا اتری۔(85)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ

''میں نے ان آیات کو صرف ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پایا''(86)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ خبر واحد کے ساتھ قرآن کا اثبات کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بذات خود یہ آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں۔ اور ان کو یہ معلوم تھا کہ یہ آیات کہاں اور کس سورۃ سے متعلق ہیں۔ اس ضمن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تلاش تائید وتقویت کے لئے تھی۔ اس لئے نہیں کہ آپ قبل ازیں ان آیات سے آگاہ نہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہتمام سے جمع وتدوین قرآن کا کام ایک سال کی مدت میں تکمیل کو پہنچا اس کام کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بنظر استحسان دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کام کے بارے میں فرمایا۔

"رحم الله أبا بكر، هو أوّل من جمع كتاب الله بين اللوحين.(87)

''اللہ تعالیٰ، ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو بین اللوحین جمع کیا''

ان تمام تفصیلات سے ایک انصاف پسند انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ کیا مسلمان طویل عرصہ تک قرآن مجید کے متن کو محفوظ کرنے کے بارے میں لاپرواہ رہے اور کیا عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وعہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں کوئی نسخہ مرتب نہیں ہوا تھا۔ ایک طرف اس قدر اہتمام واحتیاط سے تیار ہونے والا نسخہ ہے اور دوسری طرف مستشرقین کی یہ رَٹ کہ قرآن کا کوئی نسخہ عہدِ عثمان رضی اللہ عنہ تک تیار نہ ہوسکا، کسی طرح بھی قرین حقیقت اور قرین عقل وانصاف نہیں ہے۔

عہدِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں جمع قرآن

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت تک اسلامی مملکت وسیع علاقے تک پھیل چکی تھی۔ اور عرب کے علاوہ عجم کے علاقے اسلامی حکومت کا حصہ بن چکے تھے۔ قرآن مجید لوگوں کا مرکز ومحور تھا۔ لوگوں کی سہولت کے لیے بعض مقامات پر ایک سے زیادہ طریقوں سے پڑھنے کی اجازت بھی موجود تھی۔ دوسری طرف 'سبعہ احرف' بھی موجود تھے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان سات حروف کے ساتھ قرآن پڑھا کرتے تھے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے شاگردوں کو بھی انہی کے مطابق پڑھایا۔ جب اسلامی مملکت کی حدود عجم تک وسیع ہوئیں تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان علاقوں میں بھی پھیل گئے۔ ہر مفتوحہ علاقے میں سرکاری طور پر معلمین متعین کئے جاتے تھے(88) اس طرح معلم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذریعے سبعہ احرف کے مطابق قرآن پڑھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم عرب وعجم کے وسیع علاقے میں پھیل گئے۔ جب تک لوگ سبعہ احرف کی حقیقت سے آگاہ تھے اس وقت تک مسئلہ پیدا نہ ہوا۔ لیکن جب یہ اختلاف دور دراز علاقوں تک پھیل گیا اور جن لوگوں پر یہ بات واضح نہ تھی کہ سبعہ احرف کی سہولت کا اصل مقصد کیا تھا۔ اور یہ بات ان میں پوری طرح مشہور نہ ہوسکی کہ قرآن کریم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سات حروف میں نازل ہوا ہے تو اس وقت لوگوں میں جھگڑے کھڑے ہونے لگے۔ بعض لوگ اپنی قراءت کو صحیح اور دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے [89] ان جھگڑوں سے ایک طرف تو یہ خطرہ تھا کہ لوگ قرآن کریم کی متواتر اور جائز قراءتوں کو غلط قرار دینے کی سنگین غلطی میں مبتلا ہو جائیں گے دوسری طرف یہ مسئلہ بھی تھا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے ایک نسخہ، جو مدینہ طیبہ میں موجود تھا، کے علاوہ پورے عالم اسلام میں کوئی معیاری نسخہ موجود نہ تھا جو پوری امت کے لیے معیار اور حجت بن سکے۔ کیونکہ اس نسخے کے علاوہ دوسرے نسخے انفرادی طور پر لکھے ہوئے تھے اور ان میں ساتوں حروف کو جمع کرنے کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ اس لئے جھگڑوں کے حل کی کوئی قابل اعتماد صورت یہی تھی کہ ایسے نسخے پورے عالم اسلام میں پھیلا دئے جائیں جن میں ساتوں حروف جمع ہوں اور انہیں دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ کونسی قراءت درست اور کونسی غلط ہے؟ متن قرآن پر کسی اختلاف سے بچنے کے سلسلے میں یہ عظیم الشان کارنامہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں رونما ہوا۔ ان کے اس کارنامے کی تفصیلات، روایات میں موجود ہیں۔

حضرت خذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ آرمینیا کے محاذ پر جہاد میں مصروف تھے وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگوں میں قرآن کریم کی قرائتوں کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے۔ چنانچہ مدینہ منورہ واپس آتے ہی انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ وہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور پوری صورت حال واضح کی۔ انہوں نے خلیفہ سے کہا کہ قبل اس کے کہ یہ امت کتاب اللہ کے بارے میں یہود ونصاری کی طرح اختلاف کا شکار ہو جائے۔ آپ اس اختلاف کا علاج فرمالیں۔ میں آرمینیہ کے محاذ پر مصروفِ جہاد تھا کہ میں نے دیکھا کہ شام کے رہنے والے لوگ حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوتی۔ اور اہل عراق، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جو اہل شام نے نہیں سنی ہوتی۔ اس بناء وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔ [90]

اس سلسلے میں علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

إن حذيفة قدم من غزوة فلم يدخل بيته حتّى اتى عثمان فقال: يا أمير المؤمنين! أدرك الناس. قال: وما ذاك؟ قال: غزوت أرمينية فإذا أهل الشام يقرؤون بقرأة أبيّ بن كعب فيأتون بما لم يسمع أهل العراق وإذا أهل العراق يقرؤون بقراءة عبدالله ابن مسعود فيأتون بما لم يسمع أهل الشام، فيكفر بعضهم بعضا...... [91]

”حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک غزوۃ سے واپسی ہوئی تو واپسی پر وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہوئے تاآنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امیر المؤمنین لوگوں کی خبر لیجئے۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا میں لڑائی کے سلسلے میں آرمینیہ گیا تو معلوم ہوا کہ اہل شام اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوتی اور اہل عراق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھتے ہیں جسے اہل شام نے نہیں سنا ہوتا۔ اس اختلاف کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔“

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن الیمان کا واقعہ بخاری شریف میں یوں بیان ہوا ہے:

عن ابنِ شهاب أن أنس بن مالك حدثه أن حذيفة بن اليمان قدم على عثمان وكان يغازي أهل الشام في فتح أرمينية وآذربيجان مع أهل العراق، فأفزع حذيفة اختلافهم في القرأة، فقال حذيفة لعثمان: يا أمير المؤمنين! أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا في الكتاب اختلاف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اليهود والنصارىٰ. فأرسل عثمان إلى حفصة أن أرسلي إلينا بالصحف ننسخها في المصاحف، ثم نردها إليك. فأرسلت به حفصة إلىٰ عثمان، فأمر زيد بن ثابت وعبدالله ابن زبير وسعيد بن العاص وعبدالرحمٰن بن الحارث بن هشام فنسخوها في المصاحف، وقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة: إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فإنما أنزل بلسانهم. ففعلوا، حتّى إذا نسخوا الصحف في المصاحف، فردّ عثمانَ الصحف إلىٰ حفصة، وأرسل إلىٰ كل أفق بمصحف مما نسخوا، وأمر بما سواه من القرآن في محل صحيفة أو مصحف أن يحرق.(92)

''حضرت خذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آذر بائیجان کے معرکے کے بعد حاضر ہوئے انہیں قرائاتِ قرآن میں باہمی اختلاف نے بہت پریشان کیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! اس امت کی خبر لیجئے قبل اس کے کہ وہ اپنی کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگے۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس قرآن حکیم کے نوشتہ صحیفے اور اجزاء بھیج دیں ہم انہیں نقل کر لیں گے اور ایک مصحف کی شکل میں جمع کر لیں گے پھر انہیں آپ کی طرف لوٹا دیں گے۔''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحیفے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا کہ وہ ان صحائف کو ایک مصحف میں نقل کریں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جماعت قریش کے تینوں افراد (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ) کو فرمایا کہ جب تم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ میں قرآن کریم کی کسی آیت کے لکھنے میں اختلاف ہو تو پھر اسے لغتِ قریش میں لکھنا کیونکہ قرآن لغتِ قریش میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے اسی پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ جب یہ حضرات ان صحائف کو نقل کر چکے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان اصل صحائف کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف واپس لوٹا دیا۔ اور ہر علاقے میں ایک ایک مصحف ارسال کر دیا اور یہ حکم صادر فرما دیا کہ ان کے علاوہ جو مجموعے اور صحیفے لوگوں کے پاس لکھے ہوئے موجود ہوں ان کو جلا دیا جائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں پیدا ہونے والے ان اختلافات کے بارے میں ابن اشتہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:

اختلفوا في القرآن على عهد عثمان رضى الله عنه حتّى اقتتل الغلمان والمعلمون، فبلغ ذلك عثمان ابن عفان فقال: عندي تكذبون وتلحنون فيه، فمن نأى عني كان أشد تكذيباً وأكثر لحناً، يا أصحاب محمّد اجتمعو فاكتبوا للناس إماما.(93)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خود بھی شاید اس خطرے سے آگاہ تھے۔ انہیں اس بات کی اطلاع ملی تھی کہ خود مدینہ منورہ کے اندر ایسے واقعات پیش آئے کہ مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد اکٹھے ہونے سے اختلاف کی ایک کیفیت پیدا ہو رہی تھی (94) جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ میری قراءت تمھاری قراءت سے بہتر ہے اور یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کفر تک پہنچ سکتی ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کیا سوچا ہے؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''میری رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی اختلاف اور افتراق باقی نہ رہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید کی۔''

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسی وقت لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ

"أنتم عندي تختلفون فيه وتلحنون فمن نأى عني من أهل الأعصار أشد فيه اختلافاً وأشد لحناً، اجتمعوا يا أصحاب محمد (ﷺ)! فاكتبوا للناس إماماً."(95)

تم لوگ مدینہ منورہ میں میرے قریب ہوتے ہوئے قرآن کریم کی قراءتوں کے بارے میں ایک دوسرے کی تکذیب اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ تو اور بھی زیادہ تکذیب و اختلاف کرتے ہوں گے۔ لہٰذا تم لوگ مل کر قرآن کریم کا ایک ایسا نسخہ تیار کرو جو سب کے لیے واجب الاقتداء ہو۔

مصحف عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس وضاحت سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کا ایک مصحف تیار کروانے کی اس وقت اشد ضرورت تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی سیاسی پالیسی یا ذاتی مقاصد کے لئے یہ سب کچھ کیا۔ آذربائیجان سے واپسی کے فوراً بعد حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا امیر المؤمنین کے پاس آنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ اس اختلاف سے بڑے پریشان تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مسئلہ اس انداز سے پیش کیا کہ وہ بھی اس کی سنگینی کو فوراً سمجھ گئے۔ اس صورتحال میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا کہ اگر یہی صورت حال برقرار رہی اور انفرادی مصاحف ختم کر کے قرآن کریم کے معیاری نسخے عالم اسلام میں نہ پھیلائے گئے تو زبردست فتنہ رونما ہو جائے گا۔ اس لئے انہوں نے مندرجہ ذیل کام کئے۔

① قرآن کریم کے سات معیاری نسخے تیار کروائے اور انہیں مختلف اطراف میں روانہ کیا۔

② یہ سات نسخے درحقیقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والے نسخے کی نقل تھے۔ متن کے اعتبار سے ان دونوں مصاحف میں کوئی فرق نہ تھا۔ صرف رسم الخط کا فرق تھا۔ اس میں قریش کی لغت کو بنیاد بنایا گیا۔ ان مصاحف کا رسم الخط ایسا رکھا کہ اس میں 'ساتوں حروف' سما سکیں۔ چنانچہ یہ مصاحف نقاط اور حرکات سے خالی تھے اور انہیں ہر حرف کے مطابق پڑھا جا سکتا تھا۔ (جمع عثمانی کی حقیقی نوعیت صرف یہ نہیں ہے کہ وہاں نسخ ہوا تھا بلکہ وہ بھی ایک باقاعدہ جمع تھی۔ تفصیل کے لئے مذکورہ شمارہ میں مضمون 'جمع عثمانی روایات کے تناظر میں' ملاحظہ فرمائیں، نیز رسم مصحف خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تیار کردہ ہے یا توقیفی ہے اس بارہ میں قراءات نمبر حصہ اول اور دوم میں مضمون 'رسم عثمانی کی شرعی حیثیت' دیکھ سکتے ہیں۔) (ادارہ)

③ جتنے انفرادی نسخے لوگوں نے تیار کر رکھے تھے ان سب کو نذر آتش کر دیا گیا۔ اگر لوگوں کے انفرادی نسخے باقی رہتے تو اختلاف کی بنیاد باقی رہتی۔ لوگ پھر بھی الگ الگ نسخوں کو بنیاد بنائے رکھتے۔ اس لئے انہیں ختم کرنا ہی قرین مصلحت تھا۔

④ یہ پابندی عائد کر دی کہ آئندہ جو نسخے لکھے جائیں وہ اسی کے مطابق تیار کئے جائیں۔

⑤ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ نسخے میں الگ الگ سورتیں تھیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سورتوں کو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتب کر کے ایک مصحف کی شکل دے دی۔(96)

ان اقدامات سے ان کا مقصد یہ تھا کہ تمام عالم اسلام میں رسم الخط اور ترتیب سوَر کے اعتبار سے تمام مصاحف میں یکسانیت ہو۔ اس بات کی وضاحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے ہوجاتی ہے۔ جو ابن داؤد نے کتاب المصاحف میں نقل کی ہے۔

قال علي: لا تقولوا في عثمان إلّا خيراً، فوالله! ما فعل الذي فعل في المصاحف إلا عن ملإ منا . قال: ما تقولون في هٰذهِ القرأة فقد بلغني أن بعضهم يقول: إن قراءتي خير من قراءتك وهذا يكاد أن يكون كفراً . قلنا: فما ترٰى؟ قال: أرىٰ أن نجمع الناس علىٰ مصحف واحد فلا تكون فرقة ولا اختلاف . قلنا: فنعم ما رأيت .(97)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے علاوہ نہ کہو کیونکہ انہوں نے اللہ کی قسم مصاحف کے بارے میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں کیا۔ انہوں نے ہم سب سے مشورہ کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ ان قراءتوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ کیونکہ مجھے اطلاعات مل رہی ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے حالانکہ یہ ایسی بات ہے کہ جو کفر کے قریب تر پہنچتی ہے۔''

اس پر ہم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ پھر آپ رضی اللہ عنہ کی رائے کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی افتراق و اختلاف باقی نہ رہے۔ ہم سب نے کہا کہ آپ نے بڑی اچھی رائے قائم کی۔''

اس روایت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے الفاظ 'أن نجمع الناس على مصحف واحد' ہمارے موضوع کے اعتبار سے خاص توجہ کے حامل ہیں کہ آپ نے یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ ہم ایک مصحف تیار کرنا چاہتے ہیں جو پورے عالم اسلام کے لیے یکساں اور معیاری ہو اور اس کے بعد کسی صحیح قراءت کے انکار یا منسوخ یا کسی شاذ قراءت پر اصرار کی کسی کے پاس گنجائش باقی نہ رہے۔

علامہ مقری اپنی کتاب نفح الطیب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے مصحف پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

هٰذَا مَا جَمَعَ عَلَيهِ جَمَاعَةٌ مِّن أَصحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْهُم زَيد بنُ ثَابَتٍ وَ عَبدُالله ابنُ زبَير وَسعَيد بنُ العَاصِ(97-a)

اس کے بعد دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام بھی درج ہیں جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس کام پر اجماع کیا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کو امت مسلمہ میں عظیم محقق اور بلند پایہ عالم کی حیثیت حاصل ہے ہمارے اس موضوع زیر نظر کے بارے میں آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا۔ مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ حفاظت خداوندی کا ظہور اس طرح ہوا کہ چند صالح بندوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی گئی کہ وہ اس کی جمع و تدوین کی خدمت سرانجام دیں اور تمام دنیا کے مسلمان ایک نسخہ قرآنی پر متفق ہوجائیں اور عظیم جماعتیں اس کی تعلیم و تلاوت میں مشغول رہیں تاکہ سلسلہ تواتر ٹوٹ نہ جائے۔ اس کی تکمیل اس طرح ظہور میں آئی کہ عہدِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ اور اجماع سے تمام مصاحف میں سے ایک مصحف (جو عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کر کے تیار کروایا تھا) پر اتفاق کیا گیا۔ جس میں شاذ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءتیں نہیں لی گئیں بلکہ متواتر قراءتیں ہی لی گئیں اور قبائل عرب کی سات زبانوں (سبعہ احرف) میں سے جن پر قرآن مجید نازل ہوا تھا۔ (اور اس کے پڑھنے کی اجازت دے دی گئی تھی ان لوگوں کو جو لغت قریش کے پڑھنے سے عاجز ہوں) ایک لغت قریش کو لے لیا گیا اور باقی لغات کے مصحف متروک کر دیئے گئے“(97-b)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے الفاظ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے 'مشورہ اور اجماع' سے ایک نسخہ تیار کیا گیا، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس سے یہی بات ثابت ہوئی کہ یہ کاروائی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذاتی کام نہ تھا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ شامل تھے۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کا کام بلاوجہ نہیں کیا تھا نہ ہی اس میں آپ رضی اللہ عنہ کا کوئی خصوصی مخفی مقصد تھا۔ مصحفِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کوئی نئی چیز نہ تھا بلکہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نسخہ کی نقل تھا۔

ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پورے اہتمام سے تمام مسلمانوں کی شمولیت اور اجماع سے ایک متفقہ سرکاری نسخہ قرآن تیار کروایا تھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو 'جمع قرآن' کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس سوال کا جواب ایک تو اب تک پیش کی گئی تفصیلات سے مل جاتا ہے کہ تلاوتِ قرآن میں 'سبعہ احرف' کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا تھا اس اختلاف کو دفع کرنا مقصود تھا۔ اس کے علاوہ اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل تفصیل سے بھی مل جاتا ہے۔

جمع صدیق رضی اللہ عنہ اور جمع عثمانی رضی اللہ عنہ میں فرق بیان کرتے ہوئے علامہ ابن التین کہتے ہیں۔

”حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جمع کرنے میں یہ فرق تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خوف سے جمع کیا تھا کہ قرآن کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ اس وقت متفرق و منتشر صحیفوں میں تھا۔ انہوں نے ان سب اوراق کو لے کر آیات اور سورتوں کی اسی ترتیب کے ساتھ جس ترتیب کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھایا تھا اور پڑھایا تھا ایک شیرازہ میں جمع کر دیا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب وجوہ قراءت میں لوگوں کو اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو اس وقت قرآن کو صحیح قراءت کے ساتھ جو عرضہ اخیرہ کے مطابق تھی اور جس کی صحت میں مطلق شبہ نہ تھا نقل کرا دیا تاکہ اختلافاتِ قراءت رفع ہو جائیں۔ انہوں نے ترتیب میں نہ تقدیم کی نہ تاخیر۔ نہ اس میں کسی تاویل کو دخل دیا۔ صرف قراءت میں لوگوں کے شبہ یا فساد کرنے سے قرآن کو محفوظ کر دیا“(98)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ابن التین کے علاوہ بھی کچھ علماء کا یہی نقطہ نگاہ نقل کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قرآن جمع کرنے کی یہ شکل ہوئی کہ جس وقت وجوہِ قراءت میں بکثرت اختلاف پھیل گیا اور یہاں تک نوبت آ گئی کہ لوگوں نے قرآن مجید کو اپنی اپنی قراءتوں میں پڑھنا شروع کر دیا۔ اور ظاہر ہے کہ عرب کی زبانیں بڑی وسیع ہیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک زبان کے لوگ دوسری زبانوں والوں کو برسرعام غلط قرار دینے لگے اور اس معاملے میں سخت مشکلات پیش آنے لگیں اور بات بڑھ جانے کا خوف پیدا ہو گیا اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کے صحف کو ایک مصحف میں سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا اور تمام عرب کی زبانوں کو چھوڑ کر محض قبیلہ قریش کی زبان پر اکتفا کر لیا۔ اس بات کے لیے عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دلیل یہ دی کہ قرآن مجید کا نزول دراصل قریش کی زبان میں ہوا تھا۔ اگرچہ دقت اور مشقت دور کرنے کے لیے اس کی قراءت غیر زبانوں میں بھی کر لینے کی گنجائش دے دی گئی تھی۔ لیکن اب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائے میں وہ ضرورت مٹ چکی تھی ۔ لہٰذا انہوں نے قرآن کی قراءت کا انحصار محض ایک ہی زبان یعنی زبانِ قریش میں کر دیا۔[99]

قاضی ابوبکر 'الانتصار' میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان اختلافات کو مٹایا جو اس وقت موجود تھے اور آپ نے آئندہ نسلوں کو فساد سے بچایا۔[100]

علامہ حارث محاسبی لکھتے ہیں کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ قرآن کریم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع کروایا۔ لیکن درحقیقت یہ بات درست نہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تو صرف یہ کیا کہ اپنے اور اپنے پاس موجود ہونے والے مہاجرین وانصار کے باہمی اتفاق رائے سے عام لوگوں کو ایک ہی وجہ قراءت پر آمادہ بنایا۔[101]

◉ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں اس سلسلے میں لکھا ہے:

إنما فعل عثمان هذا ولم يفعله الصديق لأن غرض أبي بكر كان جمع القرآن بجميع حروفه ووجوهه التي نزل بها وهي لغة قريش وغيرها وكان غرض عثمان تجريد لغة قريش من تلك القرآن و قد جاء ذلك مصرحا في قول عثمان لهؤلاء الكتاب فجمع أبوبكر غير جمع عثمان .»[102]

''یہ جو کچھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کیا کہ لغت قریش کے علاوہ دیگر لغات قرآن مجید کے رسم الخط سے حذف کر دیئے۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے کا جمع کرنا تھا۔ یہ کام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں کیا تھا کیونکہ ان کی غرض تو قرآن کا جمع کرنا تھا ان تمام وجوہ ولغات کے ساتھ جن پر قرآن نازل ہوا اور وہ لغت قریش اور اس کے علاوہ دیگر لغات بھی تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی غرض یہ تھی کہ لغت قریش کو بقیہ لغات سے جدا کر دیا جائے۔ چنانچہ اس بات کی تصریح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قول میں موجود ہے جو انہوں نے کاتبین قرآن کو فرمایا تھا۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جمع کرنا اور تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمع کرنا اور تھا۔''

ان روایات کی تشریح وتوضیح کرتے ہوئے علمائے اسلام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عمل کی یہی تشریح کی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مقصد قرآن مجید کے کسی 'حرف' کو ختم کرنا نہ تھا بلکہ انہیں تو اس بات کا افسوس تھا کہ بعض لوگ درست حروف کا انکار کر رہے ہیں۔ اور بعض لوگ آپس میں جھگڑنے لگے تھے۔ اسی مقصد کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے معیاری نسخہ تیار کروایا۔ یہی نقطہ نگاہ ابن حزم رحمہ اللہ نے الفصل في الملل[103] میں، مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے تفسیر حقانی[104] کے مقدمہ البیان میں اور علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے 'مناهل العرفان'[105] میں نقل کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تو ایسا رسم الخط اختیار فرمایا کہ اس کے اختیار کرنے سے ایک ہی لفظ کو تمام جائز حروف میں پڑھنے والے اپنے اپنے 'حرف' کے مطابق پڑھ سکیں ۔ یہ اقدام 'سبعہ احرف' کو محفوظ کرنا تھا نہ کہ انہیں ضائع کر دینا۔

اگرچہ قرآن کریم بے شمار صحابہ رضی اللہ عنہم کو زبانی یاد تھا۔ تاہم لوگوں نے اپنے اپنے ہاں لکھا بھی ہوا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو نسخہ تیار کروایا تھا اس میں اس بات کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا کہ سبعہ احرف کے نتیجے میں لکھے گئے ان ذاتی مصاحف کو ختم کر دیا جائے ۔ لوگوں کے پاس ذاتی مصاحف بھی موجود رہے۔[106] عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کے زمانے میں اس قسم کا کوئی امکان نہ تھا کہ قرآن کے بارے میں مسلمان کسی مشکل کا شکار ہو جائیں گے کیونکہ اس وقت تک اسلام ابھی ایک علاقے تک محدود تھا لیکن جب اسلام بلا دو امصار میں پھیل گیا تو حافظے کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ساتھ کتابت کی بھی یکساں اہمیت محسوس کی جانے لگی۔ بلاد وامصار کے مسلمانوں کو اب ایک ایک طریقے کے مطابق قرآن پڑھایا گیا کہ یہ بات ان میں عملاً معروف نہ ہوئی کہ قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے۔اس لئے ان میں اختلافات پیدا ہونے لگے۔ساتھ ہی انفرادی طور پر تیار کئے ہوئے مصاحف بھی کسی نہ کسی حرف کے مطابق تھے اوران کے آپس میں اختلافات تھے۔لیکن ایک معیاری نسخہ موجود نہ تھا۔

کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیاسی مقاصد کے لئے قرآن جمع کروایا تھا؟

گذشتہ صفحات میں ہم نے عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں قرآن مجید کے ایک متفقہ نسخہ کی تیاری کا پس منظر، ضرورت اُس کی تیاری اوراس کے بعد اس کے نفاذ کی تفصیلات بیان کر دی ہیں۔ان تفصیلات کی روشنی میں مستشرقین کے پیدا کردہ کئی ایک ابہام خود بخود ہی دم توڑ دیتے ہیں۔مثلاً ان تفصیلات سے مندرجہ ذیل اعتراض خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

① مصحفِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تیاری محض بے مقصد کام نہ تھا بلکہ اس کی تیاری کا جواز اور ضرورت موجود تھی۔

② یہ نسخہ کوئی نیا نسخہ نہ تھا بلکہ مصحف صدیق رضی اللہ عنہ کی مکمل نقل تھی۔

③ بعض پہلوؤں سے یہ مصحف ، مصحف صدیق رضی اللہ عنہ سے مختلف تھا (مصحف صدیق رضی اللہ عنہ میں سبعہ احرف سے تعرض نہیں کیا تھا جبکہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا ہے کہ جس میں تمام جائز قراءتیں سما سکیں)

مستشرقین کے مزید اعتراضات کے جواب ہم آئندہ صفحات میں پیش کریں گے۔ ہمارے جوابات مندرجہ ذیل ترتیب کے حامل ہیں۔

① کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیاسی مقاصد کے لیے قرآن مجید کو جمع کروایا تھا؟ اور کیا یہ ان کی ذاتی کاروائی تھی اور دیگر اراکین کمیٹی ان کے ہمنوا بن گئے تھے؟

② کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید سے وہ حصے حذف کر دیئے تھے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے مناقب کا ذکر تھا؟

③ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کا 6/7 حصہ ضائع کر دیا اور صرف 1/7 حصہ باقی رہنے دیا۔

④ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورۃ الاحزاب کی آیت من المؤمنین رجال......صرف حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ہی ملی۔

⑤ یہ اعتراض کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک طرف فرمایا کہ اگر لکھنے والوں میں اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو ترجیح دی جائے اور دوسری طرف کہا گیا کہ انہوں نے ساتوں حروف کو باقی رکھا اس طرح قریش کے رسم الخط کو باقی رکھنے کا مطلب کیا ہوا؟

⑥ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کی جو کاروائی کی اس کی ضرورت نہ تھی۔

⑦ اگر قرآن عہد نبوی اور اس کے بعد عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں جمع ہو چکا تھا تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

⑧ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کا تیار کروایا ہوا مصحف پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس میں 'لحن' ہے۔لوگ خود ہی درست کرلیں گے۔گویا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی اس کاروائی کی ناکامی کا اعتراف کر لیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیاسی مصلحت اور مقاصد کے تحت قرآن مجید کا نسخہ تیار کروایا تھا؟

اس اعتراض کا ردّ ہم مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں کر سکتے ہیں:

① یہ کاروائی محض آناً فاناً عمل میں نہیں آ گئی بلکہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی شکایت اور حالات کی سنگینی کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک مصحف کی تیاری کا حکم فرمایا تھا۔ (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی شکایت اور آذر بائیجان کے سفر کی رپورٹ گذشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے)

② آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کاروائی اکیلے ہی نہیں کی بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا مشورہ اس میں شامل تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ کاروائی ذاتی طور پر نہیں کی بلکہ اس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ بخاری شریف اور الاتقان میں ان حضرات کی تعداد چار بیان کی گئی ہے۔ان میں

① حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ② حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

③ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ④ حضرت عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ

شامل تھے۔ (107) جبکہ ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین کے طریق پر کثیر بن افلح سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصحف لکھوانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اس غرض سے بارہ مشہور آدمی قریش اور انصار میں سے جمع کئے اور ان کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ قرآن لکھیں (108)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس سلسلے میں تفصیلات بیان کی ہیں اور ان دو متناقض روایات کی وضاحت کی ہے کہ اس کمیٹی کے ارکان کی تعداد چار تھی یا بارہ؟ ان کی اس وضاحت کا خلاصہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر یہ کام چار اصحاب رضی اللہ عنہم ہی کے سپرد تھا لیکن دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ان کی مدد پر مامور کر دیا گیا تھا۔ان اصحاب رضی اللہ عنہم میں ابیّ ابن کعب، کثیر بن افلح، مالک بن ابی عامر، انس بن مالک، ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل تھے(109)

بارہ اصحاب رضی اللہ عنہم والی روایت کا تنقیدی جائزہ صبحی صالح نے 'مباحث فی علوم القرآن' میں لیا ہے۔ وہ اس روایت کو معتبر نہیں سمجھتے ڈاکٹر صبحی صالح نے اس ضمن میں مستشرقین جن میں بلاشر وغیرہ شامل ہیں، کے خیالات کا بڑے مؤثر انداز سے ردّ کیا ہے۔ آئندہ سطور میں ہم مستشرقین کے اس موقف کا ردّ ڈاکٹر صبحی صالح کے بیان کی روشنی میں کریں گے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے محض سیاسی مقاصد کے حصول اور سیاسی پالیسی کے طور پر قرآن میں مداخلت کی تھی اور اپنی مرضی کا ایک نسخہ تیار کروا لیا تھا۔ اور اس کمیٹی کے ارکان، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آلہ کار بن گئے اور گھڑ جوڑ کر کے ایک نیا نسخہ تیار کر لیا(110)

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس کاروائی کا اصل محرک وہ اختلافات تھے جن کی نشاندہی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے آذر بائیجان سے واپسی پر کی تھی۔ لیکن مستشرقین اس کاروائی کا محرک سیاسی مقاصد کا حصول قرار دیتے ہیں۔

اس سلسلے میں بلاشر پیش پیش ہے جس نے جمع و تدوین قرآن کے بارے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نیت پر حملے کئے ہیں یہ تمام حملے بالکل بے بنیاد ہیں۔ مستشرقین کے پاس کوئی بنیاد نہیں ہے کہ جس سے ثابت کیا جا سکے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پیش نظر سیاسی مقاصد کا حصول تھا اور آپ نے یہ کاروائی اس لئے بھی کی کہ مہاجرین کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہمیت جتائی جا سکے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صبحی صالح نے بلاشر کا حوالہ دیا ہے۔(111)

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ یہ اتہام محض مستشرقین کی الزام تراشی ہے اور عبث قیاس آرائیوں کا آئینہ دار ہے اور کسی تاریخی روایت سے ان کے اس دعویٰ کی تائید نہیں ہوتی ۔ کوئی دانشمند شخص یہ بات درست تسلیم نہیں کر سکتا کہ امام بخاری جیسے محدّث کے مقابلے میں جو کہ ثقاہت و امانت اور حفظ و ضبط میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، مستشرقین کی ان بے سروپا باتوں کو ترجیح دی جائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں جو کمیٹی بنائی تھی اس بارے میں بھی مستشرقین نے بے سروپا باتیں کی ہیں ۔ یہ کمیٹی چار حضرات پر مشتمل تھی(112) ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ محدث ابن ابی داؤد ایک ہی مسئلہ کے بارے میں مختلف روایات نقل کرنے کے شائق رہتے ہیں اگرچہ ان میں واضح تضاد پایا جاتا ہو اس پر مزید یہ کہ وہ مسئلہ زیر بحث میں امام بخاری رحمہ اللہ کی ذکر کردہ چار اشخاص پر مشتمل کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جو دو صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سعید بن العاص رضی اللہ عنہ پر مشتمل تھی۔ اس طرح ایک کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں جو بارہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان کے ان خیالات پر ایک مستشرق ہی نے کلام کیا ہے۔ یہ مستشرق شوالے (Schwally) ہے ۔ اس نے جرح و قدح کی ہے۔ مستشرق بلاشر (Blachere) اس پر تعجب و حیرت کا اظہار کرتا ہے کہ حضرت ابن ابی داؤد رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی کمیٹی کا بھی ذکر کیا ہے جس کے ایک رکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حالانکہ وہ اس کاروائی سے دو برس قبل وفات پا چکے تھے(113) کمیٹی کی تشکیل اور اس کے ارکان کی تعداد میں اس طرح کی روایات کا ذکر کرنے کا مقصد ان کے نزدیک یہ ہے کہ حفاظت قرآن کی ساری تاریخ کو مشکوک بنا دیا جائے۔

اس کمیٹی کے ارکان کی تعداد کے علاوہ مستشرقین نے ان حضرات کی ذات پر بھی اعتراضات کئے ہیں ۔ اس سلسلے میں بلاشر نے طرح طرح کی قیاس آرائیوں سے کام لیا ہے وہ پہلے تینوں قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح امراء و خواص میں شمار کرتا ہے۔ یہ مستشرقین یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت و کردار کا کیا عالم تھا اس معاشرے کا نقشہ بھی ان کے ذہنوں میں موجود نہیں ہے۔ اس معاشرے میں عوام اور خواص کا تصور کہاں باقی رہ گیا تھا۔ اس معاشرے میں تو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلیفہ ہوتے ہوئے لوگوں کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے ۔ خلیفہ ثانی جن کی ہیبت سے دشمنوں کے دل کانپتے تھے۔ راتوں کو بھیس بدل کر لوگوں کی خدمت کے لیے مدینہ کی گلیوں کا چکر لگایا کرتے تھے ۔ ہم خود مستشرقین کی کتابوں سے ایسی سینکڑوں مثالیں پیش کر سکتے ہیں کہ یہ بزرگ تقویٰ اور پرہیز گاری میں کس مقام پر فائز تھے۔ کیا یہ لوگ تقویٰ کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہوئے بھی قرآن میں من مانی تبدیلیاں کرنے کی خاطر مختلف حربے اختیار کر سکتے تھے۔ اس معاشرے میں نہ اس قسم کی کسی کاروائی کا امکان ہو سکتا تھا اور نہ ہی 'خواص و عوام' کی کوئی تقسیم وہاں موجود تھی۔ جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت سے بر سرِ منبر مواخذہ ہو سکتا تھا وہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس قسم کی کاروائیوں پر لوگ کیسے خاموش رہ سکتے تھے؟(114)

بلاشر مزید لکھتا ہے کہ یہ تینوں مکی صحابہ رضی اللہ عنہم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ اس لئے وہ ایک مشترکہ مصلحت کے حصول کی خاطر باہم متفق ہو گئے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کتابت قرآن کے کام کی تکمیل کسی ایسے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص کے ہاتھوں ہو جو مکہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا رہنے والا ہو۔ بلاشر اس من گھڑت قصہ کی تکمیل یوں کرتا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان مکی صحابیوں رضی اللہ عنہم کے ہم خیال بن گئے تھے اور ان کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ وہ قریش مکہ کے طبقہ خواص میں شامل نہیں ہیں اس لئے وہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوشامد کو قرین مصلحت خیال کرتے تھے۔ (115)

بلاشر کے یہ خیالات دور از عقل وقیاس اور لایعنی ہیں ان خیالات میں تناقض و تضاد پایا جاتا ہے۔ اگر ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاشرے کے تقویٰ اور احتیاط کی ایک جھلک ذہن میں رکھیں تو اس قسم کی حرکت کسی ذی ہوش انسان کے قلب و دماغ سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے نظریات کے بطلان کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ بلاشر نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو تینوں مکی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ گٹھ جوڑ میں ملوث کر کے انہیں بلاوجہ متہم کیا ہے۔ اس کی کوئی نقلی یا عقلی دلیل موجود نہیں ہے۔ بلاشر کے خیالات کے ردّ کے لیے مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں۔

① تحقیق ہمیشہ استدلال کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ استدلال یا تو تاریخی شواہد کی بنا پر ہوتا ہے یا مختلف شواہد سے بالواسطہ طور پر نتائج اخذ کئے جاتے ہیں لیکن بلاشر کے اس نقطہ نگاہ کے پیچھے کوئی بلا واسطہ یا بالواسطہ استدلال موجود نہیں ہے۔ دوسری طرف انصاف اور اصول کا تقاضا ہے کہ جب وہ کوئی دلیل اپنے نقطہ نگاہ کی تائید میں پیش نہیں کرتا تو اس کی بات تسلیم نہ کی جائے۔ خصوصاً جب وہ ایسی بات کر رہا ہو جو مسلّمات کے برعکس ہو۔ اس صورت میں مسلمانوں ہی کے اس نقطہ نگاہ کو درست تسلیم کیا جائے گا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس کاروائی کے پیچھے نہ کوئی سازش کارفرما تھی، نہ کوئی گٹھ جوڑ ہوا اور نہ ہی اس کاروائی سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خصوصی اغراض حاصل کرنا چاہتے تھے (116)

② صحابہ رضی اللہ عنہم جہاں تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے وہاں وہ قرآن وحدیث کے بارے میں حد درجہ محتاط بھی تھے۔ وہ حضور علیہ السلام کے ان ارشادات کی اہمیت خوب جانتے اور ان پر عمل پیرا تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» . (117)

”جس نے میرے بارے میں جھوٹ بات کہی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے «مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» . (118)

جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

③ یہی مستشرق خود تسلیم کرتے ہیں کہ اس کمیٹی کے ارکان حد درجہ متقی اور محتاط تھے۔

بلاشر (Blachare) لکھتا ہے:

”اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ کمیٹی کے ارکان کو اپنی ذمہ داری کا پورا پورا احساس تھا۔ اگرچہ وہ ان دنوں تنقید و تبصرہ کے طرز و انداز سے پوری طرح آشنا نہ تھے“ (119)

اس کی دونوں باتوں میں تضاد ہے ایک طرف ان کو ذمہ دار اور متقی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف قرآن جیسی کتاب میں تحریف کی سازش میں ملوث قرار دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک بات ہی درست ہوسکتی ہے اور ہم اس بات کو درست کہیں گے جسے تاریخ اور دلائل وشواہد درست قرار دیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم اس سلسلے میں ولیم میور کی وضاحت بھی پیش کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنے ساتھی مستشرقین کے موقف کو ردّ کرتا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس نظر ثانی میں علماء نے آیات اور قراءتوں میں سے ایک ایک آیت کا پہلے نسخے سے مقابلہ کیا (120) اس کمیٹی میں قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کو اس لئے شامل کیا گیا کہ قرآن انہی کے لب ولہجہ میں نازل ہوا تھا۔ (121) میور نے بھی اس مصحف کی تیاری کا یہ جواز تسلیم کیا ہے کہ آذر بائیجان میں لوگوں کے اندر قرآن کی تلاوت پر اختلافات دیکھنے میں آئے تھے۔ (122)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیگر چند لوگوں سے مل کر اپنی پسند کا ایک نسخہ تیار کروالیا تھا اس الزام کا ردّ ہم مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں بھی کر سکتے ہیں۔

① حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن کے کام کا آغاز کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تدوین قرآن کمیٹی کے سامنے آیت رجم پیش کی۔ لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے قرآن میں شامل نہیں کیا (125) اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ مستشرقین بیان کرتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی حیثیت استعمال کر کے یہ آیت قرآن میں شامل کرواسکتے تھے۔ لیکن یہ آیت چونکہ قرآن کا حصہ نہ تھی اس لئے اسے شامل قرآن نہیں کیا گیا۔ (یہ اب منسوخ ہو چکی تھی)

② حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورۃ التوبہ کی آخری آیت ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ...﴾ [التوبة: ۱۲۸] صرف ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ملی۔ لیکن جب تک اس آیت کے بارے میں بھی وہ شرائط پوری نہ ہوئیں جو اس وقت ملحوظ رکھی جاسکتی تھیں اس وقت تک اسے قرآن میں شامل نہیں کیا گیا۔ یہی معاملہ عہد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں سورۃ الاحزاب کی آیت ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ... ﴾ [الأحزاب: ۲۳] کے ساتھ پیش آیا تھا۔ (124)

③ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کچھ ذاتی مخصوص مقاصد تھے تو ان کی تکمیل کے لیے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان صحابہ کی بجائے، کمیٹی میں شامل کر کے اپنے مقصد کی تکمیل کر سکتے تھے۔

④ مشہور مستشرق اسپرنگر نے مسلمانوں کے فن اسماء الرجال جو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو محفوظ کرنے کے لئے جاری کیا تھا اور جس کی مثال دنیا کی کوئی اور قوم پیش نہیں کر سکی، کے بارے میں لکھتا ہے۔ ''مسلمانوں نے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو محفوظ کرنے کے لیے پانچ لاکھ لوگوں کے حالات زندگی محفوظ کر لئے۔'' (125) ایسی محتاط قوم سے یہ بات کیونکر منسوب کی جاسکتی ہے کہ اس نے ملی بھگت کر کے قرآن کریم میں تغیر وتبدل کر لیا۔

⑤ اسلامی معاشرہ اس وقت طبقاتی طور پر امیر اور غریب میں منقسم نہ تھا۔ اس معاشرے میں ہر امیر اور غریب کو یکساں مقام حاصل تھا۔ یہاں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو یا سیدی کہہ کر پکارتے تھے۔ یہاں تو بیت المقدس کے سفر میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو اونٹ پر بٹھا کر اس اونٹ کی نکیل تھام کر پیدل چلتے ہوئے شہر میں داخل ہوتے نظر آتے ہیں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عراق کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ عراق کی زمینیں فوجیوں میں تقسیم کرنے کی بجائے ریاست کی تحویل میں رہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے لئے انہوں نے خود فیصلہ نہیں کر لیا بلکہ مجلس شوریٰ میں پندرہ روز تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مزاحمت کا جواب دیتے رہے اور اسی وقت فیصلہ ہوا جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دلائل سے قائل کر لیا۔

⑥ جس معاشرے میں ایک بڑھیا برسرِ منبر، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلالی خلیفہ وقت کو کسی مسئلے پر ٹوک سکتی ہو اور عام آدمی اسی خلیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہہ سکتا ہو کہ اپنا خطبہ جاری کرنے سے پہلے مجھے جواب دیں کہ ہم سب کی قمیضیں تو چھوٹی سی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی قمیض بیت المال کے کپڑے سے اتنی لمبی کس طرح بن گئی ہے؟ اور خلیفہ رضی اللہ عنہ کو اس کا جواب دینا پڑتا ہے (126) اس معاشرے میں یہ کیونکر گمان کیا جا سکتا ہے کہ ان کے سامنے قرآن حکیم میں تغیر ہو گیا اور وہ خاموش بیٹھے رہے۔ اسی معاشرے میں وہ لوگ بھی پیدا ہوئے جنھوں نے اسباب کے فقدان کے باوجود محض اسلام کا سر بلند کرنے کے لیے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی بجائے اس سے ٹکر لے کر خود بھی شہادت پائی اور اہل وعیال کو شہید کروالیا۔ اس طرح کے افراد سے کیوں کر بدگمانی کی جا سکتی ہے کہ وہ تحریف قرآن پر خاموش رہے۔

⑦ اس سلسلے میں ایک بنیادی بات یہ ہے:
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیاسی پالیسیوں کے ساتھ بعض لوگوں نے اختلاف کیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو بالاتفاق 'جامع القرآن' کا خطاب دیا گیا۔ (127) اگر جمع قرآن بھی سیاسی پالیسی کا حصہ ہوتا تو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنہ پیدا کرتے وقت آپ رضی اللہ عنہ پر تحریف قرآن کا الزم بھی لگاتے۔ یہ مصحف امت میں اتحاد کا باعث ہی بنا نہ کہ افتراق کا۔

⑧ تحریف قرآن کی جسارت تو ایک عام مسلمان بھی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسی ممتاز ہستی پر یہ الزام عائد کیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل امتیازات کا ذکر ہر مسلمان کے قلب و ذہن میں موجود ہے۔
آپ رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ ذی النورین ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھے نمبر پر ہیں۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کو بشارت دی تھی کہ آج کے بعد کوئی عمل عثمان رضی اللہ عنہ کو جہنم میں نہیں لے جا سکتا (128) ان کے علاوہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے بہت سے امتیازات کا ذکر کیا گیا ہے۔

⑨ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت کا تو یہ عالم تھا کہ آخری ایام میں جب باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سرکاری محافظ قبول نہ کئے کہ میری خاطر کسی مسلمان کا خون نہیں بہنا چاہیے (129) کیا اس بات کی کوئی گنجائش ہو سکتی ہے کہ انہوں نے ذاتی غرض کی خاطر قرآن میں تحریف کر دی۔

اعتراض

کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ آیات قرآن مجید سے حذف کر دی تھیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناقب بیان کئے گئے تھے؟[130]

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل حقائق پیش کئے جا سکتے ہیں:

① یہ اعتراض عقل کے سراسر خلاف ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو مصحف تیار کروایا اس پر تمام امت نے اتفاق کیا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ کسی بھی حلقے سے اس سے اختلاف نہیں کیا گیا۔ صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بات پر اعتراض کیا تھا کہ انہیں جمع قرآن کی کاروائی میں شریک کیوں نہیں کیا گیا۔ قرآن کے متن میں کسی طرح کی کمی بیشی کا اعتراض کسی بھی حلقے کی جانب سے نہیں کیا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاندانی چپقلش رکھنے والے اور انہیں شہید کرنے والے لوگوں میں سے کسی نے آپ رضی اللہ عنہ پر اس پہلو سے اعتراض نہیں کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن میں کمی بیشی کر دی۔ خصوصاً بنو امیہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے درمیان مخاصمت کو ذہن میں رکھیں تو نظر آتا ہے کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی اسی قران پر متفق رہے جسے بعد میں انہی لوگوں نے 'صحیفہ عثمانی' کا نام دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام فرقے قرآن کی صیانت اور عصمت پر متفق ہیں۔

② حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قرآن دو مرتبہ لکھا دونوں کے عہد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ لیکن کبھی بھی قرآن کے بارے میں اختلاف نہیں ہوا نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی اختلاف کیا۔

③ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں سے کسی کا دور بھی جبر و تشدد کا دور نہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجبوراً چپ ہو گئے۔ نہ ہی اس بات کا امکان ہو سکتا تھا کہ قرآن سے آیات و مضامین حذف کئے جا رہے ہوں اور لوگ خاموشی سے بیٹھے ہوں۔ بات انہی اہل بیت کے بارے میں کی جا رہی ہے جنہوں نے ایک شخص یزید کی بیعت محض اس بنا پر نہ کی کہ وہ فاسق و فاجر تھا اور اسی فاسق کے خلاف لڑتے ہوئے اپنے پورے خاندان کی جانیں لٹا دیں۔

④ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں کچھ نہ کر سکے تو بعد میں جب وہ خود خلیفہ بنے تو اس وقت بھی تو وہ سب کچھ کر سکتے تھے۔ اس وقت تو انہیں کوئی روکنے والا نہ تھا۔ بلکہ اگر وہ ایسا کر دیتے کہ بقول مستشرقین اصل قرآن، امت کو لوٹا دیتے تو وہ امت کے ہیرو بن جاتے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ 'جامع القرآن' کا خطاب تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیا ہے[131] حضرت علی رضی اللہ عنہ امت سے کہہ سکتے تھے کہ لوگو! یہ ہے قرآن کا وہ حصہ جو پہلے تینوں خلفاء نے غائب کر دیا تھا اور اس کا صرف مجھے ہی علم تھا۔ ہم تو اس کے بالکل برعکس دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے پورے عہد حکومت میں کبھی اس کا تذکرہ تک نہیں کیا بلکہ ہمیں تو اس کے بالکل برعکس بیانات ملتے ہیں۔

⑤ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جرأت مند انسان تھے۔ کیا کوئی شخص یہ بات گوارا کر سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی تاثر قائم کرے کہ انہوں نے تحریف قرآن کی کاروائی آنکھوں سے دیکھ لی اور کسی کو روکا تک نہیں یا بزدلی یا مصلحت کا مظاہرہ کیا۔ قرآن مجید تو ان کے بارے میں کہتا ہے۔

﴿يُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ [المائدة: ٥٤]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وہ جہاد کرتے ہیں اللہ کی راہ میں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوتے''

⑥ رمضان المبارک کی راتوں میں جب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کرواتے اور قرآن مجید سناتے تھے اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہوتے تھے[132] اگر قرآن میں کوئی ردّ بدل ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ اسی وقت اعتراض کر سکتے تھے۔

یہ بات بڑی مضحکہ خیز ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید میں ردّ بدل کر دیا تھا۔ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جبر کے ذریعے قرآن کریم کے قدیم نسخے معدوم کر دیئے تو یہ بات دیکھنا ضروری ہے کہ آیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دخل اس قدر بڑھا ہوا تھا اور ان کی طاقت اس قدر وسیع ہوگئی تھی کہ اتنی بڑی قوم کے قبضہ اور حافظہ سے ہر ایک سورت اور ہر آیت کو انہوں نے مٹا دیا۔ گویا انہوں نے دیگر مصاحف جبر کے ذریعے ختم نہیں کئے بلکہ اس کام میں لوگوں کی مرضی شامل تھی کیونکہ ایسا کرنا ہی قرین عقل تھا۔

اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے لوگوں سے قرآن کے نسخے چھین لئے تھے تو یہ کیوں کر سمجھا جاسکتا ہے کہ مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی جو نقلیں عام مسلمانوں میں مشتہر اور مروج ہو چکی تھیں وہ بھی انہوں نے سب لوگوں سے واپس لے لی ہوں۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مسلمانوں میں لاتعداد نقلیں اس وقت تک عام ہو چکی تھیں۔ اگر ایسی ہی بات ہوتی تو یہ لوگ تو حق کے لیے بڑے دلیر تھے وہ مقابلہ کر کے اس تحریف کو روک سکتے تھے۔ یہ بات سب کو معلوم ہی ہے کہ مسلمانوں نے تو جس بات کو بھی حق سمجھا اس کے لیے جنگ کرنے سے بھی احتراز نہیں کیا۔

اگر ہم بطور تنزل اتنا بھی مان لیں کہ ان میں سے کسی مسلمان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نسخہ قرآن میں کوئی نقص معلوم ہوا تھا۔ تو وہ اتنا ضرور کرتا کہ (اور یہ کرنے میں اس کے لیے کوئی دقت بھی نہ تھی) جو صحیح نسخہ اس کے پاس یا کسی اور کے پاس معلوم ہوتا اس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں چھپا کر ہی محفوظ کر لیتا۔ اگر کوئی ایسا کرتا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات کے ساتھ ہی اس 'صحیح نسخہ' کی نقلیں فوراً پھیل جاتیں۔ خصوصاً عہد علی رضی اللہ عنہ میں تو اس کو کوئی رکاوٹ نہ ہوتی۔

- مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ کی بنیاد وہ نسخہ تھا جو اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی نگرانی میں تھا[133] عقل کہتی ہے کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں تغیر تبدل کر دیا تھا تو پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ان کا مصحف واپس کبھی نہ کیا جاتا کیونکہ اس کی موجودگی میں تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ساری کاروائی رائیگاں جاسکتی تھی۔
- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ اے عثمان رضی اللہ عنہ! آپ نے تو ایک نیا قرآن تیار کر لیا ہے حالانکہ میرا مصحف تو کچھ اور تھا۔
- ''حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے باقی تمام مصاحف نذر آتش کر دیئے'' اور اس کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تیار کروائے ہوئے نسخے کو کوئی چیلنج نہ کر سکے لیکن اتنی بات تو تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والا نسخہ مروان بن حکم کے دور تک موجود تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قرآن کے نسخے کی تیاری (24ھ تا 35ھ)[134] اور مروان کی کاروائی (64ھ تا 65ھ)[135] کے درمیان کئی برس کا عرصہ گزرا۔ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن میں تغیر و تبدل کروا دیا تھا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نسخہ قرآن کی اصل صورت میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود تھا۔ فوراً اصل کی کاپیاں تیار کرائی جا سکتی تھیں۔

* یہ بات بھی ناقابل تسلیم ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور جبر و تشدد کا دور تھا۔ ایسا خیال کرنا تاریخی غلطی ہوگی۔ جس خلیفہ نے محض اس لئے بلوائیوں کے ہاتھوں شہادت قبول کر لی کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی انکی حفاظت کے لیے ان کے دروازے پر کھڑا ہو۔ اور ان کی حفاظت کرتے ہوئے کسی مسلمان کی جان ضائع ہو۔ وہ ہستی 'وہ محض ذاتی مقاصد کے تحت تیار کردہ قرآن' کو لوگوں میں مروّج کرنے کے لیے لوگوں پر تشدد کرے گی؟۔

* اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا والے نسخے سے اصل قرآن حاصل نہ کیا جا سکا کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اثرات بڑے گہرے تھے تو یہ بات بھی خلاف واقعہ ہے کیونکہ جو خلیفہ بلوائیوں کے ہاتھوں، کسی میدان میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں شہید ہو رہا ہے اور اس کی شہادت کا بدلہ بھی نہیں لیا جا رہا، جبر کے زیر اثر اس کے دور س سیاسی اثرات کے بارے میں کیا تصور کیا جا سکتا ہے؟

* حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں کے فرقوں میں خون ریز لڑائیاں ہو رہی تھیں، اس وقت بھی ان سب کا قرآن ایک ہی تھا۔ اگر اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تغیر و تبدل کروایا تھا تو ان سب فرقوں کا ایک ہی قرآن پر متفق ہونا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیگر مصاحف ہی تلف کئے ہوں گے لوگوں کے حافظوں سے تو قرآن محو نہیں کیا تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے 'مصحف' کے بارے میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو روافض کے نزدیک بہت عظیم مقام رکھتے ہیں وہ پونے چھ برس تک برسر اقتدار رہے۔ ان کا حکم چلتا تھا ان پر کیا دباؤ تھا کہ انہوں نے اصل قرآن جاری نہیں فرمایا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی خلافت ملی۔ وہ بھی امام معصوم سمجھے گئے ہیں ان سب باتوں کے باوجود کسی کو یہ کس طرح جرأت ہو سکتی ہے کہ ایسی بات کہے (136)

علامہ فرماتے ہیں:

''قرآن میں کوئی حرف زائد یا کم یا تبدیل ہونا، ہم کیسے تسلیم کر سکتے ہیں جب کہ قرآن میں تغیر کی وجہ سے ان حضرات پر جہاد، اہل شام سے لڑائی سے زیادہ ضروری و اہم تھا'' (137)

کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اہل بیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق آیات قرآن مجید سے نکال دی تھیں۔ مستشرقین کے اس موقف کا جواب ہم انہی کے ایک ساتھی ولیم میور کے حوالے سے پیش کرتے ہیں۔

ولیم میور (William Muir) لکھتے ہیں:

''یہ اعتراض عقل کے سراسر منافی ہے خصوصاً بنو امیہ اور دوست داران علی رضی اللہ عنہ کے مناقشات پر نظر کرتے ہوئے کہ اتنے شدید اختلاف کے باوجود دوستداران علی رضی اللہ عنہ اسی قرآن پر متفق رہے۔ جسے بعد میں انہی لوگوں نے صحیفہ عثمانی سے نامزد کر دیا نہ صرف یہ بلکہ آج تک تمام شیعہ سنی فرقے قرآن کی صیانت و عصمت پر متفق ہیں'' (138)

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دونوں کے عہدوں میں اسی قرآن پر اکتفا کیا گیا اور حضرت علیؓ بھی موجود تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی معارضہ نہیں فرمایا۔

میور لکھتے ہیں آخر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے تحریف میں کون سے مفاد وابستہ تھے۔ خصوصاً جب کہ ایسے اقدام

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صورت میں انہیں مسلمانوں کی برہمی کا اندیشہ بھی ہوسکتا تھا(139)

ولیم میور مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جواب دیتے ہوئے اس اعتراض کے بارے میں لکھتے ہیں:

① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب قرآن پر نظر ثانی ہوئی اور پھر اسے شائع کیا گیا تو ان مسلمانوں کی کثیر تعداد موجود تھی جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح قرآن کو سنتے رہے جس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ حضرت زید رضی اللہ عنہ وغیرہ کو دکھا کر شائع کیا۔ اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کوئی اعتراض نہ کیا(140)

② اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصمت پر قرآن کی آیات نازل ہوئی ہوتیں جن پر خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بر بنائے مصلحت خاموش ہو گئے تو لازم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انصار واصحاب ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس زیادتی پر فریاد کرتے(141)

آخر میں ولیم میور لکھتے ہیں:

پس ان معارضات سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن سے کوئی ایسی آیت نظر انداز نہیں کی گئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصمت پر دال ہو۔ اس سلسلے میں میور کا تیسرا معارضہ یہ ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلبہ کی بین دلیل ہے۔ کیا عقل باور کرسکتی ہے کہ اصحاب علی رضی اللہ عنہ ناقص قرآن پر اکتفا کر لیتے اور ناقص بھی ایسا کہ جس سے ان کے امام (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کی آیات قلم زد کر دی گئی ہوں۔ آخر محبان علی رضی اللہ عنہ ایسے قرآن پر کیوں متفق ہوگئے جو ان کے مخالف اور ان کے پیشواؤں کے مقاصد بیان کرنے میں ناقص رہا۔ وہ لوگ تو اسے دینی دستاویز کے طور پر پڑھتے رہے اور اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی قرآن کو پھیلانے کا حکم دیا۔ خود اپنے قلم سے بھی اس کے نسخے لکھے اور انہیں دور دراز علاقوں میں پھیلایا(142)

اس تفصیل سے پادری فنڈر کے ان اعتراضات کا جواب مل جاتا ہے جن کا ذکر اس مضمون کے صفحہ 4 پر کیا گیا ہے۔

مستشرقین کا ایک اعتراض یہ ہے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب مصحف تیار کروایا تو انہوں نے سات قراءتوں میں سے چھ کو منسوخ کر دیا۔ اور لوگوں کو ایک ہی قراءت (حرف) پر جمع کر دیا۔ اس طرح ان کے بقول حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے 1/7 قرآن باقی رہنے دیا اور 6/7 ضائع کر دیا(143) اس اعتراض کا جب ہم تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے یا تو مستشرقین کی کم علمی کارفرما ہے یا ان کی دانستہ حقائق سے چشم پوشی ہے۔

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات اصل مسئلے کی وضاحت کرتے ہیں:

① مستشرقین یہ سمجھتے ہیں کہ شاید قرآن کا ہر لفظ سات طریقوں سے پڑھنے کی اجازت تھی۔ حالانکہ اصل صورتحال ایسی نہ تھی۔

② سبعہ احرف محض الفاظ کی ادائیگی کا فرق تھا۔ ایک لفظ دوسرے لفظ کے مترادف تھا۔ سات میں سے کوئی ایک اختیار کرلیا گیا تو قرآن کا لفظ ادا ہوگیا۔ اس فرق سے معانی کا بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

③ اس نقطہ نگاہ کا اصل جواب یہ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تو لوگوں کو متواتر اور ثابت شدہ قراءتوں پر جمع کیا تھا۔ یہ تو حقیقت ہی کے برعکس ہے کہ انہوں نے سات قراءتیں یا سبعہ احرف کو ختم کر کے ایک 'حرف' پر لوگوں کو جمع کیا تھا۔(144)

مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا تھا کہ اس میں وہ ساری قراءتیں اور حروف سما سکیں۔ آپ نے یہ اہتمام اس لئے کیا تھا بلکہ صحیح تر لفظوں میں آپ کے مصحف کا اصلی مقصد یہ تھا کہ شاذ قراءتوں کے پھیلنے کا سدّ باب کیا جائے اور جائز و ثابت شدہ قراءتوں میں قرآن کو محدود کیا جائے۔(145)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایسا رسم الخط اختیار کیا جس میں 'ساتوں حروف' سما سکیں۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں اپنی کتاب، 'كتاب الفصل في الملل والأهواء والنحل' میں مدلل بحث کی ہے اور اس قسم کے اعتراضات کا ردّ خالص عقلی اور منطقی انداز میں کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں قرآن میں تغیر و تبدل ہو گیا تھا۔ امام موصوف نے خود یہود و نصاریٰ کی طرف سے کئے گئے کچھ اعتراضات کا بھی ذکر کیا ہے اور پھر ان کا ردّ فرمایا ہے(146) انہوں نے مندرجہ ذیل اعتراضات نقل کئے ہیں:

① مسلمان اپنی کتاب کی نقل کو کس طرح صحیح کہہ سکتے ہیں حالانکہ اس کی قراءت میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ بہت سے حروف بڑھاتے ہیں اور بعض انہیں نکال ڈالتے ہیں۔

② مسلمان ایسی اسانید سے جو تمھارے یہاں انتہائی صحت کو پہنچی ہوئی ہیں روایت کرتے ہیں کہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے چند گواہوں نے اور ان کے ایسے تابعین رحمہم اللہ نے جن کی تم تعظیم کرتے ہو اور اپنا دین ان سے اخذ کرتے ہو، قرآن کو ایسے زائد مبدلہ الفاظ میں پڑھا ہے تم لوگ ان الفاظ میں پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا مصحف تمھارے مصحف کے خلاف تھا۔

ان میں ایک بات یہ ہے کہ مسلمان علماء کے چند گروہ جن کی مسلمانوں کے ہاں تعظیم کی جاتی ہے اور ان سے اپنا دین اخذ کرتے ہیں کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بہت سی صحیح قراءتوں کو نکال ڈالا۔ جب انہوں نے وہ مصحف لکھا جس پر انہوں نے مسلمانوں کو اکٹھا کیا اور ان سات حرفوں میں سے جن میں مسلمانوں کے نزدیک قرآن نازل کیا گیا ہے اسے صرف ایک حرف پر کر دیا۔

روافض کا دعویٰ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کو بدل ڈالا۔ اور اس کو گھٹا بڑھا دیا۔(147)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ان اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے لیکن اس مقام پر ہم صرف اس پہلو کو زیر بحث لائیں گے کہ کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن میں کوئی ناروا تغیر کیا تھا؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سات میں سے چھ حروف کو مٹا دیا تھا۔(148)

وہ فرماتے ہیں:

> حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسے وقت میں ہوئے ہیں کہ تمام جزیرہ العرب مسلمانوں، قرآنوں، مساجد اور قاریوں سے بھرا ہوا تھا۔ قراّء حضرات بچوں، بڑوں اور دور و نزدیک کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ یمن جو ایک وسیع علاقہ تھا۔ بحرین، عمان جن کی آبادی وسیع تھی اور متعدد دیہاتوں شہروں پر مشتمل تھی مکہ، طائف، مدینہ، شام، جزیرہ، مصر، کوفہ، بصرہ، ان تمام مقامات پر اس قدر قرآن اور قاری موجود تھے کہ ان کا شمار خدا تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں کر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتا۔ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسا قصد کرتے بھی جیسا کہ یہ لوگ بیان کرتے ہیں تو بھی ہرگز ایسا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے تھے۔ (149)

◉ علامہ ابن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

یہ کہنا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کیا تو یہ بھی باطل ہے گذشتہ سطور میں قرآن، مساجد، حفاظ اور قرآء کی جس کثرت کا ذکر کیا گیا ہے اس کی روشنی میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس پر قادر ہی نہیں ہو سکتے تھے اور نہ انہوں نے کبھی ایسا کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہیں تو محض اس بات کا اندیشہ ہوا تھا کہ کوئی فاسق آدمی بعد میں آ کر دین میں کوئی گڑ بڑ نہ کر دے۔ یا اہل خبر میں سے ہی کوئی شخص وہم کا شکار ہو کر قرآن مجید کا کوئی حصہ بدل ڈالے۔ کسی بھی صورت میں ایسا اختلاف ہو سکتا تھا کہ جو گمراہی تک پہنچا دے۔ انہوں نے قرآن لکھ کر مختلف سمتوں میں بھجوائے کہ اگر کہیں اختلاف پیدا ہو تو اس نسخے کی طرف رجوع کر لیں۔ کیونکہ یہ نسخے محض حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذاتی صوابدید کے مطابق نہیں لکھے گئے تھے بلکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے متفقہ نسخے تھے۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے چھ حروف مٹا دیئے وہ جھوٹ بولتے ہیں جیسا کہ گذشتہ سطور میں واضح کیا گیا ہے اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسا کرنا چاہتے بھی تو وہ اس پر قادر ہی نہ تھے۔ پھر مسلمانوں کا تو متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن سے کسی ایک شوشے کو بھی خارج کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے یہ ساتوں حروف ہمارے ہاں اس وقت بھی موجود ہیں جیسے یہ پہلے دن موجود تھے۔ یہ سبعہ احرف مشہور و ماثور قراء توں کی شکل میں آج بھی محفوظ و ثابت ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قرآن بدل دینے کے بارے میں امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک لاکھوں قرآن موجود تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ لاکھ کوشش کرتے تب بھی وہ تمام کے تمام قرآن سرکاری تحویل میں نہیں لے سکتے تھے۔ جب اتنی کثیر آبادی اور وسیع علاقے کے لوگوں کو ایک انداز سے قرآن یاد ہو گا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تبدیلی کی کوئی حیثیت نہ ہوتی۔

علامہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نابغہ یا زہیر کے شعر میں کوئی کلمہ گھٹانا بڑھانا چاہے تو بھی قادر نہ ہو گا اور اس تبدیلی کرنے والے شخص کا پول جلد ہی کھل جائے گا اور ثابت شدہ نسخے اس کی مخالفت کریں گے۔ پھر قرآن جو کہ لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے اس میں اس قسم کی تبدیلی کیوں کر ممکن ہو سکتی ہے۔

مستشرقین نے تمام زور استدلال اس پر صرف کر دیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مصحف ناقابل اعتبار، غیر مرتب اور نامکمل تھا۔ اس کے لیے وہ مختلف قسم کے حربے اختیار کرتے ہیں گذشتہ صفحات میں ہم نے اس اعتراض کا تحقیقی جائزہ پیش کر دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے مناقب والے حصے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن سے نکال دیئے تھے۔ اسی طرح اس نقطہ نگاہ کا جواب بھی دے دیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے 6/7 حصہ قرآن ضائع کر دیا تھا۔ اس مقصد کے لیے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی کئی ایک آیات اب قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں جو پہلے موجود تھیں۔

اعتراض زیر نظر کا جواب اس حقیقت کی روشنی میں بھی دیا جا سکتا ہے کہ عرضہ اخیرہ تک کئی ایک آیات منسوخ ہو گئی تھیں۔ اس سلسلے میں ابن الجزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولا شك أن القرآن نسخ منه وغير فيه في العرضة الأخيرة فقد صحّ النّص بذلك عن غير واحد من الصحابة وروينا بإسناد صحيح عن زرّ بن حبيش قال: قال لی ابن عباس: أي القراءتين تقرأ؟ قلت: الأخيرة . قال: فإن النبي ﷺ كان يعرض القرآن على جبريل × في كل عام مرّة . قال: فعرض عليه القرآن في العام الذي قبض فيه النبي ﷺ مرّتين ، فشهد عبدالله يعني ابن مسعود ما نسخ منه وما بدّل .(150)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرضہ اخیرہ کے وقت بہت سی قراءتیں خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوخ قرار دے دی گئیں۔ صرف حضرت ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ نے مرادف الفاظ کے جس اختلاف کا ذکر کیا ہے اس کی جزئیات بھی یقیناً اسی وقت منسوخ ہوگئی ہوں گی۔ کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو مصحف تیار کروایا وہ عرضہ اخیرہ کے مطابق تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قران مجید میں کسی قسم کا اپنی طرف سے ایسا تصرف نہیں کیا کہ جسے تحریف کہا جائے۔

اس سلسلے میں ولیم میور (William Muir) لکھتے ہیں۔

بنابریں ہم پوری طمانیت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مصحف عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس نسخے میں اصلاً کوئی تعارض نہ تھا۔ جس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قراءۃ کی مختلف صورتوں میں سے صرف قریش کے لہجہ کو ملحوظ رکھا(151) بعض لوگوں نے مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ابہام پیش کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک طرف فرمایا کہ اگر لکھنے والوں میں رسم الخط کے بارے میں کہیں اختلاف ہوتو قریش کے رسم الخط کو ترجیح دی جائے (152) اور دوسری طرف یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے ساتوں حروف کو باقی رکھا تو پھر قریش کے رسم الخط کو باقی رکھنے کا مطلب کیا ہوا؟

اس ابہام کا ازالہ اس طرح ہوجاتا ہے کہ درحقیقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہی وہ جملہ ہے جس سے حافظ ابن جریر رحمہ اللہ اور بعض دوسرے علماء نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے چھ حروف ختم کر کے صرف ایک حرف یعنی 'حرفِ قریش' کو باقی رکھا لیکن درحقیقت اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر اچھی طرح سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ انہوں نے 'حرفِ قریش' کے علاوہ باقی چھ حروف کو ختم کروا دیا تھا بلکہ مجموعی طور پر تمام روایات کے مطالعے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ اگر قرآن کی کتابت کے دوران رسم الخط کے طریقے میں کوئی اختلاف ہوتو قریش کے رسم الخط کو اختیار کیا جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس ہدایت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب کتابت قرآن کا کام شروع کیا تو پورے قرآن کریم میں ان کے درمیان صرف ایک اختلاف پیش آیا۔ اس اختلاف کا ذکر امام زہری نے یوں فرمایا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور باقی اراکین کمیٹی کے درمیان اختلاف ہوا کہ تابوت کو تابوۃ لکھا جائے یا تابوت۔ چنانچہ اسے قریش کے طریقے کے مطابق تابوۃ لکھا گیا(153)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جس اختلاف کا ذکر فرمایا اس سے رسم الخط کا اختلاف مراد تھا نہ کہ لغات کا۔

مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک ابہام یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سبعہ احرف کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف کی جو تشریح فرمائی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سات حروف مصاحف عثمان رضی اللہ عنہ میں شامل نہیں ہو سکے۔

حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

إنَّ جبريل قال: «يَا مُحَمَّدُ! اِقْرَأ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ». قال ميكائيل: استزده. حتّٰى بلغ سبعة أحرف. قال:«كُلٌّ شَافٍ كَافٍ، مَا لَمْ تَخْلِطْ آيَةَ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ أَوْ رَحْمَةً بِعَذَابٍ». نحو قولك تعالى: أقبل وهلُمَّ واذهب وأسرع وعجل.(154)

''حضرت جبریل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پاس آئے اور کہا پڑھئے ایک حرف پر۔ میکائیل علیہ السلام نے کہا ان کے لیے اضافہ کیجئے تو کہا پڑھئے دو حرفوں پر۔ میکائیل علیہ السلام نے پھر کہا ان کے لیے اضافہ کریں تو اضافہ کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ سات حروف کے اضافے تک پہنچ گئے اور کہا کہ ان پر پڑھئے ہر ایک حرف ان کے لیے کافی وشافی ہے بجز اس کے کہ کوئی آیت رحمت میں مخلوط ہو جائے۔ مثلاً تعال هلمَّ اور أقبل (کہ یہ الفاظ متعدد ہیں لیکن معنی سب کا ایک ہے) اور مثلاً اذهب اسرع اور عجل (کہ ان کا معنی بھی ایک ہی ہے)''

امام طحاوی رحمہ اللہ نے ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد مزید تفصیل بیان کی ہے

ورقا بن ابی نجیح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ آیت ﴿لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا﴾ [الحدید: ۱۳] کو 'امهلونا' کو 'أخّرونا' جیسے لفظوں سے پڑھنے کی اجازت دے دیا کرتے تھے اور ان تینوں کے معانی 'مہلت دو' ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ان مختلف لغات پر پڑھنے کی اجازت محض ابتدائی دور میں تھی کیونکہ بعض لوگوں کے لئے لغت قریش کا تلفظ ممکن نہ تھا۔ مثلاً ہذیل والوں کے لیے یمن کی لغت دشوار تھی۔ مگر الفاظ کی یہ وسعت صرف اسی حد تک تھی کہ متحد و یکساں ہی رہیں۔ یہ ایک رخصت تھی جس کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا تا آنکہ لوگوں کے باہمی میل جول اور روابط کے بڑھنے سے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کی لغات پر قادر ہو گیا حتی کہ تمام لغات کا مرجع و مدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت بن گئی تو باقی منسوخ کر دیا گیا کیونکہ اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی تھی ابتداء میں جن عاجز افراد کو عذر و مجبوری کی بناء پر دوسری لغت میں پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی وہ بھی ختم کر دی گئی۔(155)

قرآن مجید کے حقیقی متن کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن مجید سے خارج کیا گیا ہو۔ جو چیز چھوڑ دی گئی تھی وہ قرآن مجید کا متن نہ تھی۔

مصحف عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے جب ان کا لکھوایا ہوا مصحف پیش کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ «إن في القرآن لحناً سنقيمه العرب بألسنتهم»(156)

اس اعتراض اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کے بارے میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

① لم يصح عن عثمان أصلاً یعنی یہ روایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بالکل بھی ثابت نہیں ہے۔

اس سلسلے میں دوسرا جواب یہ ہے کہ

② مصحف عثمان رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔ رسم عثمانی رضی اللہ عنہ وحی سے بھی ثابت ہے۔ غلطی پر اجماع (حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے) ہو ہی نہیں سکتا۔

③ اس روایت کے آغاز میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کمیٹی کے ارکان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: 'أحسنتم وأجملتم' (تم نے اچھا اور عمدہ کام کیا)۔ اس مجموعہ میں اگر غلطی ہوتی تو آپ غلطی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تحسین کس طرح کر سکتے تھے۔

ابو عبیدہ نے عبدالرحمٰن بن ہانی سے نقل کیا ہے کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ کاتبان مصاحف پیش کرتے تھے تو اس میں 'لم یتسنّ' لاتبدیل للخلق اور وأمهل الكافرين لکھا ہوا تھا آپ نے قلم دوات منگوا کر تینوں جگہوں کی غلطی کی اصلاح کر دی۔ اس روایت سے لحن والی روایت کی نفی ہو جاتی ہے کہ آپ نے نہایت احتیاط سے کام لیا اور کتابت کی معمولی غلطی کو بھی رہنے نہیں دیا۔

④ اس اعتراض کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں 'لحن' سے مراد غلطی نہیں بلکہ قرآن کے وہ صحیح الفاظ مراد ہیں جو عرب کی زبان پر چڑھے ہوئے نہ تھے اور ان کی طرزِ گفتار کے مطابق نہ تھے۔ ایسے الفاظ کے بارے میں فرمایا کہ قرآن مجید میں ایسے انداز کے الفاظ ہیں جن کو عرب بار بار پڑھنے سے قابو پالیں گے۔ اور ان کی زبان رفتہ رفتہ اس طرز کے عادی بن جائیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ لفظ لحن دو معنوں میں مشترک ہے۔ ایک معنی غلطی ہے اور دوسرا معنی طرز کلام ہے۔ درحقیقت اس روایت میں دوسرا معنی مراد ہے یہی معنی امام راغب نے مفردات القرآن میں بیان کیا ہے کہ اسے 'لحن محمود' کہا جاتا ہے۔

اس کے متعلق شاعر کہتا ہے کہ 'خَيرُ الحَدِيثِ مَاكَانَ لَحناً' (اچھی بات وہ ہے جو خاص طرز سے کہی جائے) یہی معنی خود قرآن مجید کی آیت مبارکہ ﴿ وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِي لَحۡنِ الۡقَوۡلِ ﴾ [محمد:۳۰] میں استعمال کیا گیا ہے۔

بخاری شریف میں موجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بیان مبارک بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ «لعل بعضكم ألحن بحجته» جس کا مطلب یہ ہے کہ فریقین مقدمہ میں سے کبھی ایک فصیح طرزِ کلام کا ماہر ہوتا ہے۔ میں اس کی بات سن کر فیصلہ کرتا ہوں۔ لہٰذا اگر وہ حقیقت میں اس شخص کا حق نہ ہو تو یہ ڈگری اس کے حق میں آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس وضاحت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لحن کا معنی غلطی نہیں بلکہ ایک خاص طرز تلفظ ہے۔

ایک وضاحت یہ بھی یہ کی گئی ہے کہ لحن سے رسم الخط کا لحن مراد ہو کہ رسم مصحف عثمانی رضی اللہ عنہ میں بعض جگہ ملفوظ اور مکتوب الفاظ موافق نہیں لیکن عرب اہل لسان اپنی زبان سے اس کو درست پڑھ لیں گے۔ جیسے کہ انگریزی زبان میں مکتوب اور ملفوظ الفاظ میں فرق ہوتا ہے لیکن اہلِ زبان انہیں پڑھتے درست ہی ہیں۔

محمود آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اس روایت کی سند منقطع اور مضطرب ہے اور اس کے راوی ضعیف ہیں (157)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مصحف پر اعتراضات کے جواب کے سلسلے میں آخر میں ہم ولیم میور کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جس میں وہ لکھتا ہے کہ 'قرآن کی ترتیب خود اس کی شاہد ہے کہ جامعین نے اس میں پوری دقت نظر کا لحاظ رکھا' اس کی مختلف سورتیں اس سادگی سے ایک دوسری کے ساتھ مربوط کر دی گئیں جن کی ترتیب دیکھ کر کسی تصنیفاتی تکلف کا شائبہ تک نہیں رہتا۔ جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ جامعین قرآن میں تصنیف کی شوخی سے زیادہ ایمان وا خلاص کا جذبہ کارفرما تھا اور اسی ایمان کے ولولہ میں وہ صرف سورتوں بلکہ آیات کی ترتیب میں بھی تصنع سے اپنا دامن بچاتے ہوئے نکل گئے (158)

ولیم میور آخر میں نتائج اخذ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم پورے شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ عہد عثمان ؓ میں حضرت زید بن ثابت ؓ نے قرآن کی جس صورت میں نظر ثانی کی وہ نہ صرف حرفاً حرفاً صحیح ہے بلکہ اس کے جمع کرنے کے موقع پر جو اتفاقات یک جا ہوتے گئے ان کی رو سے بھی یہ نسخہ اس قدر صحیح ہے کہ نہ تو اس میں کوئی آیت وحی میں سے اوجھل ہوسکی۔ اور نہ جانبین نے از خود کسی آیت کو قلم انداز کیا(159)

پس! یہی قرآن ہے جسے حضرت محمد ﷺ نے پوری دیانت وامانت کے ساتھ دوسروں کو سنایا۔ (160)

کیا ابن مسعود ؓ، حضرت عثمان ؓ کے مصحف سے متفق نہ تھے؟

اس سلسلے میں ترمذی شریف کی ایک روایت ہے جس میں امام زہری ؒ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کو شکایت تھی کہ کتابت قرآن کا کام ان کے سپرد کیوں نہیں کیا گیا جبکہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت ؓ کے مقابلے میں زیادہ طویل عرصے تک حضور ﷺ کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا(161) اس سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے فتح الباری میں اس نقطہ نگاہ کا ردّ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی ؓ کا موقف یہ تھا کہ انہوں نے یہ کام مدینہ طیبہ میں شروع کیا تھا اور ابن مسعود ؓ اس وقت کوفہ میں تھے اور حضرت عثمانی غنی ؓ ان کے انتظار میں اس کام کو مؤخر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے بھی حضرت زید بن ثابت ؓ ہی کو یہ کام سونپا تھا۔ لہٰذا انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ یہ مرحلہ بھی انہی کے ہاتھ سے تکمیل کو پہنچے۔ (162)

حافظ ابن حجر ؒ کی اس توجیہہ کی علاوہ اس نقطہ نگاہ کا ردّ یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عثمان غنی ؓ کو اس وقت جو مسئلہ درپیش تھا اس میں صحابہ ؓ کے علمی مقام ومرتبے کو عمل دخل کم تھا بلکہ اس کے مقابلے میں اس مسئلے کا تعلق تجربے سے تھا۔ حضور ﷺ نے جن صحابہ ؓ کے نام علمائے قرآن اور قراء قرآن کے بارے میں ارشاد فرمائے ہوئے تھے۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بھی تھے لیکن عہد عثمانی ؓ کا مسئلہ کچھ اس سے مختلف تھا۔ کیا حضرت زید بن ثابت ؓ کے لیے یہ اعزاز کچھ کم تھا کہ حضرت ابن مسعود ؓ سے فوقیت رکھنے والے حضرات، حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت عثمان غنی ؓ سے پہلے 'جمع القران' کے کام پر زید بن ثابت ؓ ہی کو مامور فرمایا تھا۔ جب حضرت زید بن ثابت ؓ کو حضرت عثمان غنی ؓ نے مصحف کی تیاری پر مامور فرمایا اس وقت تو حضرت ابن مسعود ؓ مدینہ طیبہ کے اندر موجود نہ تھے اور ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس کام کے لیے حضرت زید بن ثابت ؓ کو منتخب کیا گیا تھا۔ لیکن جب حضرات شیخین نے حضرت زید ؓ کو اس کام پر مامور فرمایا تھا اس وقت تو حضرت ابن مسعود ؓ مدینہ طیبہ میں موجود تھے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ حضرت زید بن ثابت ؓ کو مصحف کی تیاری پر کوئی پہلی مرتبہ متعین نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس سے پہلے عہد شیخین میں بھی ان کو اس کام کے لیے موزوں ترین قرار دیا گیا تھا۔ حضرت عثمان غنی ؓ نے اپنے متقدمین ہی کی اقتداء میں انہیں تعینات کیا تھا۔ دونوں مواقع پر انہی کا انتخاب اس سبب سے تھا کہ عرضۂ اخیرہ میں وہ حضور ﷺ کے ساتھ تھے (163)

اس لئے حضرات، ابن مسعود ؓ اور زید بن ثابت ؓ کے منصب میں موازنہ کرتے ہوئے ہمیں ان مذکورہ بالا حقائق کو ذہن میں رکھنا ہوگا۔

احراق مصاحف کے بارے میں ولیم میور کہتا ہے کہ یہ ایک ناانصافی کہی جاسکتی ہے کہ انہوں نے مجمع علیہ نسخے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ تمام مصاحف تلف کروا دیئے۔ لیکن میور لکھتے ہیں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دور میں کسی نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے قرآن میں تحریف وتصحیف کی ہے۔ اگر حقیقت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسے ہی کرتے تو یہ راز ضرور آشکار ہو کر رہتا مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ اتہام متاخرین شیعہ نے اپنے اغراض کے لیے وضع کر لیا۔ (164)

مصادر ومراجع

(جمعِ قرآن)

۱۔ ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹]

"بے شک ہم نے اس نصیحت کو نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔

﴿ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْءَانَهُ فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْءَانَهُ ﴾ [القيامة: ۱۷، ۱۸]

"بے شک اس قرآن کو جمع کرنا اور اس کی تلاوت ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم اس کی تلاوت کریں۔ اس کے پڑھنے کی آپ اتباع کریں"۔

۲۔ ﴿ لَا يَأْتِيْهِ الْبٰطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ﴾ [فصلت: ۴۲]

"باطل اس کے سامنے سے یا نہ اس کے پیچھے سے اس میں داخل نہیں ہو سکتا"۔

3. Noldeke, Theodor, Sketches from Eastern History, Khayat, Beruit, P.51.
4. Bell, Richard, Introduction to the Quran, Edinburgh, 1963. P. 40-43.
5. Watt, Montgomery, Mohammad at Makka, Oxford 1953. P.9
6. Frost , S.E., The Sacred Writings of world's great Religions, P.307
8. Buhl, Encyclopaedia of Islam, Lieden, E.J.Brill, 1978.vol.II,P.1067.
9. Jeffery, Arthur, Material for Histroy of The Text of The Quran, P.I
10. IBID, P.I
11. Noldeke, T., Sketches from Eastern History , P. 51
12. IBID, P.50 Nicholson, Literary History of The Arabs, Unwin London,1907 P. XII. XIII, (preface)

۱۳۔ حقانی، عبدالحق، مولانا، البیان فی علوم القرآن (مقدمہ تفسیر حقانی)، دارالاشاعت تفسیر حقانی دہلی 1932، صفحہ 258

صبحی صالح، ڈاکٹر، مباحث فی علوم القرآن، صفحہ 279-280

14. Jeffery , Arthur, P.5

۱۵۔ البیان فی علوم القرآن، صفحہ 258، صبحی صالح، صفحہ 279-280

16. Noldeke, P.50
17. IBID, P.52
18. IBID, P.52

۱۹۔ ضربت عیسوی، تاویل القرآن، پنجاب سوسائٹی، لاہور، 1921ء صفحہ (106-107)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ ایضاً،صفحہ(106-107)

21. Tritton, A.S, Islam Belief and practice, Hutchinson London, 1962. P. 60
22. Noldeke, P. 52
23. Jeffery, Arthur, P. 10
24. Buhl, vol. II, P. 1073

۲۵۔ فنڈر، پادری، میزان الحق،صفحہ(36-44)

26. Margoliuth, D.S. Mohammadanism, Butterworth London, 1928 P.70
27. Buhl, vol. II, P. 1073
28. Buhl, vol. II, P.1073
29. Bell, Richard, Introduction to the Quran, P. 42-44
30. IBID. P. 42-44
31. Buhl. vol II, P. 1073
32. IBID. vol II, P. 1073
33. IBID. vol II, P. 1073
34. IBID. vol II, P. 1073
35. Buhl, vol II, P.1073
36. IBID. vol II, P. 1073
37. Noldeke, P.53
38. Margoliuth, Mohammadanism, P.70

۳۹۔ فنڈر، پادری، میزان الحق،صفحہ(36-40)

40. Loon, Hendrich, van, Tolerence, The Sun Dial Press, New York, 1939.P.114, Hitti, P.K., Islam and The weat, Van Nostrand, New York, 1962, P.48-49
41. Scott, S.P., History of Moorish Empire in Europe,Philadelphia,1904, P. 269 Toynbee, A.J. Civilization on Trial , Oxford University Press, Oxford,1957. P.187, Hitti, P.K., P.57, 59, 61,62 Ross, Denison, Islam , Earnest Benn, London 1926 P. 37.Carlyle, Thomas. On Hero and Hero Worship and The Heroic in History, Humphrey Milford, London,1904 P.73,74, Stubbe, Henry, Rise and Progress of Mohametanism, Orientalia. Lahore, 1975-P.156

اس سلسلے میں مزید معلومات کیلئے پی ایچ ڈی کے مقالہ 'تدوین قرآن مجید پر مستشرقین کے اعتراضات کا محققانہ جائزہ' کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۴۲۔ ندوی، ابوالحسن علی، مولانا، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، مجلس نشریات اسلام، کراچی، 1976، صفحہ 260۔اس سلسلے میں تفصیل کیلئے حوالہ نمبر 41 میں مذکور ڈاکٹریٹ کے مقالہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

43. Jeffery, Arthur, P. I (Preface)
44...................???

۴۵۔ (i) اس سلسلے میں دیکھئے السباعی، مصطفیٰ، السنۃو مکانتھا فی التشریع الاسلامی، مکتبہ دارالعروبہ، قاہرہ 1961ء صفحہ 446

(ii) شبلی نعمانی، مولانا سیرت النبی، اعظم گڑھ، 1332ء، جلد اوّل،صفحہ(69-70)

(iii) ہیکل، محمد حسین، حیاتِ محمد صلعم، مکتبہ النبضۃ العربیہ، قاہرہ، 1947ء صفحہ 28۔

۴۶۔ رحمانی، عبداللطیف، تاریخ القرآن، پروگریسو بکس، لاہور، 1983ء صفحہ 47

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۷۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام جامع ترمذی، دمشق، 1965, جلد گیارہ صفحہ 121 (بحوالہ زبدۃ البیان فی رسوم مصاحف عثمان)
۴۸۔ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، جلد اوّل، صفحہ 73
۴۹۔ ابن ندیم، الفہرست، صفحہ 66
۵۰۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 47
۵۱۔ ابن سعد، حافظ، الطبقات الکبریٰ، جلد چہارم، صفحہ 10
۵۲۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 47
۵۳۔ ایضاً ۵۴۔ الاتقان، جلد اول، صفحہ 62 ۵۵۔ ابن سعد، جلد سوم، صفحہ 59
۵۶۔ الاتقان، جلد اول، صفحہ 67 ۵۷۔ ایضاً
۵۸۔ علی المتقی، کنز العمال، موسسہ الرسالۃ، بیروت، 1969 جلد اوّل، صفحہ 217
۵۹۔ مفتاح السعادۃ، جلد اوّل، صفحہ (384-385)
۶۰۔ عینی، بدرالدین، علامہ، عمدۃ القاری، جلد دہم، صفحہ 28
۶۱۔ ایضاً، جلد دوم، صفحہ 28 ۶۲۔ ایضاً، ۶۳۔ ایضاً
۶۴۔ الہیثمی، نورالدین، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دار الکتاب العربی، بیروت، 1967 جلد اوّل، صفحہ 152
۶۵۔ تقی عثمانی مولانا، علوم القرآن، صفحہ 179 ۶۶۔ ایضاً، صفحہ 179
۶۷۔ ایضاً، صفحہ 179 ۶۸۔ الہیثمی، جلد اوّل، صفحہ 152
۶۹۔ سیوطی، جلد اوّل، صفحہ 60 ۷۰۔ بخاری، کتاب فضائل القرآن، جلد دوم، صفحہ 846
۷۱۔ سیوطی، جلد نہم، صفحہ 5 ۷۲۔ سیوطی، جلد اوّل، صفحہ 59
۷۳۔ ایضاً ۷۴۔ حاکم، جلد دوم، صفحہ 229
۷۵۔ سیوطی، جلد اوّل، صفحہ (58-59) ۷۶۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 60
۷۷۔ مستدرک، جلد سوم، صفحہ 229 (کتاب فضائل القرآن)
۷۸۔ سیوطی، جلد اوّل، صفحہ 55 ۷۹۔ ایضاً۔
۸۰۔ ایضاً ۸۱۔ ایضاً ۸۲۔ ایضاً
۸۳۔ ایضاً ۸۴۔ ایضاً ۸۵۔ ایضاً
۸۶۔ ایضاً ۸۷۔ عسقلانی، جلد نہم، صفحہ 9
۸۸۔ ابن الجوزی، سیرۃ العمرین ۸۹۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61
۹۰۔ ایضاً ۹۱۔ عمدۃ القاری، باب جمع القرآن، جلد دہم، صفحہ 16
۹۲۔ بخاری، باب جمع القرآن، جلد سوم، صفحہ 146 ۹۳۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61
۹۴۔ ایضاً ۹۵۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 15
۹۶۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61 ۹۷۔ ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۸۔ ایضاً ۹۹۔ ایضاً ۱۰۰۔ ایضاً

۱۰۱۔ ایضاً ۱۰۲۔ عمدۃ القاری، جلد ہشتم، صفحہ 655

۱۰۳۔ کتاب الفصل فی الملل والاھوء والنحل، مطبع الادبیہ، مصر، 1320

۱۰۴۔ البیان فی علوم القرآن، صفحہ 52، 51 ۱۰۵۔ زرقانی، عبدالعظیم، مناہل العرفان، جلد اول، صفحہ 272-268

۱۰۶۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61 ۱۰۷۔ بخاری، جلد سوم، صفحہ 146، باب جمع القرآن

۱۰۸۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 61، مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، موسسہ الرسالۃ، بیروت، 1978

۱۰۹۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 5 ۱۱۰۔ صبحی صالح، صفحہ 79

۱۱۱۔ ایضاً ۱۱۲۔ ایضاً ۱۱۳۔ ایضاً، صفحہ 79

۱۱۴۔ ایضاً، صفحہ 80-79 ۱۱۵۔ ایضاً، صفحہ 80

۱۱۶۔ ایضاً ۱۱۷۔ مسلم، الجامع الصحیح، جلد اول، صفحہ 80

۱۱۸۔ ابن کثیر، جلد اول، صفحہ 5 (مقدمہ)

۱۱۹۔ صبحی صالح، صفحہ 81

120. Muir, Willium, Life of Mahomet, Smith, London, 1860, P.XIII
121. IBID, PXIII
122. IBID, PXIII
123. IBID, PXIII
124. IBID, PXIII
125. Spranger
126. Spranger

۱۲۷۔ بخاری، جلد اول، صفحہ 234، (کتاب صلوۃ التراویح)

۱۲۸۔ سیوطی، تاریخ الخلفاء، نور محمد کارخانہ تجارت، کراچی، جلد دوم، صفحہ 153-151

۱۲۹۔ ابن الاثیر، الجزری، الکامل فی التاریخ، ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ، مصر، 1348ھ، جلد سوم، صفحہ 60

۱۳۰۔ فنڈر، پادری، میزان الحق، پنجاب ریلیمبس بک سوسائٹی، لاہور 1892ء، صفحہ 44-36

۱۳۱۔ بخاری، جلد اول، صفحہ 234، (کتاب صلوۃ التراویح)

۱۳۲۔ بخاری، جلد اول، صفحہ 234، (کتاب صلوۃ التراویح)

۱۳۳۔ بخاری، جلد سوم، صفحہ 146 (باب جمع القرآن)

۱۳۴۔ معین الدین ندوی، تاریخ اسلام، جلد اول، صفحہ 378

۱۳۵۔ ایضاً ۱۳۶۔ ابن حزم، کتاب الفصل فی الملل فی الاھوء والنحل، جلد دوم، صفحہ 78

۱۳۷۔ ایضاً

138. Muir, P.XIV.
139. IBID, PXIV.
140. IBID, PXIV.
141. IBID, PXVII.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

142. IBID, PXVII.

۱۴۳۔ کے، ایل، ناصر، پادری، قرآن شریف کے متن کا تاریخی مطالعہ، صفحہ 25، گوجرانوالہ، س۔ن، صفحہ 25

۱۴۴۔ مناہل العرفان، جلد اول، صفحہ 253-254

۱۴۵۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 354

۱۴۶۔ الملل والنحل، جلد دوم، صفحہ 76-88

۱۴۷۔ ایضاً

۱۴۸۔ ایضاً

۱۴۹۔ ایضاً، جلد دوم، صفحہ 77

۱۵۰۔ الجزری، ابوالخیر، النشر فی القراءات العشر، المکتبۃ التجاریہ، مصر، جلد دوم، صفحہ 38

151. Muir, PXIX

۱۵۲۔ سیوطی، جلد اول، صفحہ 62

۱۵۳۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 61

۱۵۴۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 85

۱۵۵۔ قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، الجامع الاحکام القرآن، قاہرہ، 1967ء، جلد اول، صفحہ 43

۱۵۶۔ آلوسی، محمود، علامہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، داراحیاء التراث الاسلامیہ، بیروت، جلد اوّل، صفحہ 28

۱۵۷۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ 28

158. Muir, PXXI.
159. IBID, PXXI.
160. IBID, PXXI.

۱۶۱۔ ترمذی، جامع ترمذی، کتاب جمع القرآن، باب القراء من اصحاب النبیؐ، جلد ششم، صفحہ 299

۱۶۲۔ فتح الباری، جلد نہم، صفحہ 13-15

۱۶۳۔ ایضاً

164. Muir, PVII.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ